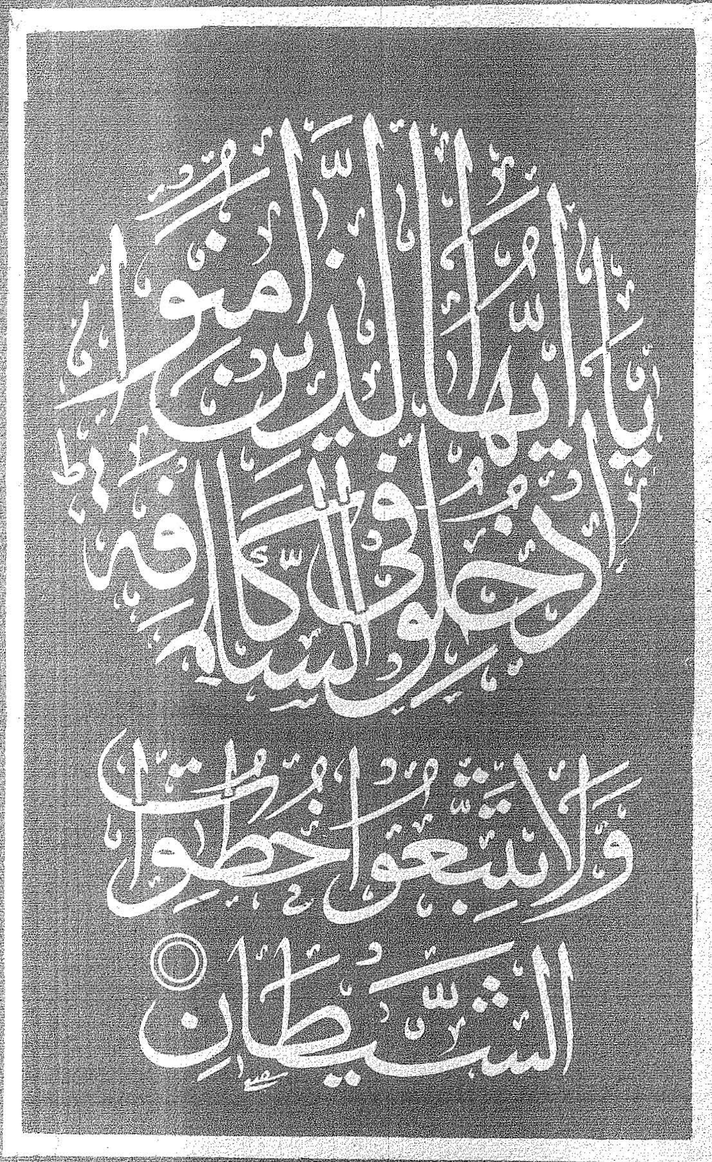
ہفت روزہ

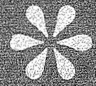
خدام الدین

لاہور
پاکستان

بانی:
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین لاہور





ایڈیٹر:
مجاہد الحسینی

بدل اشتراک

سالانہ ———— ۱۸ روپے
ششماہی ———— ۱۰ روپے
سہ ماہی ———— ۵ روپے

فی شمارہ
۴۰ پیسے

جلد نمبر ۱۹ ، شمارہ نمبر ۱

۲۸ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ
یکم جون ۱۹۷۳ء

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان

شیرانوالہ دروازہ لاہور —— فون نمبر ۷۶۵۲۵



ذکرِ الٰہی کی فضیلت

از
چودھری محمد انور
ایم اے، بی ایڈ
پیر محل

ارشادِ ربانی

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً
وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ
وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِينَ۔ إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ
لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُونَهٗ
وَلَهٗ يَسْجُدُونَ۝ (الاعراف)

اور اپنے پروردگار کو اپنے دل میں عاجزی سے اور ڈر سے اور کم آواز بات سے صبح اور شام کو یاد رکھ اور غافلوں سے مت ہو۔ تحقیق جو لوگ تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ اس کی بندگی سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اس کو ہی سجدہ کرتے ہیں۔"

بہترین اعمال

حضرت ابو داؤد رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو تمہارے ان اعمال سے جو بہترین اعمال ہیں آگاہ نہ کروں۔ تمہارے بادشاہوں کے خیال میں بہت پاکیزہ اعمال ہیں۔ اور تمہارے درجات میں بلند ہیں اور تمہارے لیے سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہیں۔ اور تمہارے لیے اس سے بہتر ہیں کہ تم اپنے دشمن کو ملو۔ (یعنی لڑائی میں) تم ان کی گردنوں کو مارو اور وہ تمہاری گردنوں کو ماریں۔ صحابہ نے کہا۔ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا۔ وہ خدا کا ذکر ہے۔ (ترمذی، مالک، احمد، ابن ماجہ)

بہترین آدمی

حضرت عبد اللہ بن بسر رضؓ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہؐ کون سا آدمی بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس نے طویل عمر پائی اور بہترین اعمال ہوتے اس کے اور اس نے پوچھا یا رسول اللہ کون سا عمل بہتر ہے تو آپ نے فرمایا تو دنیا سے جدا ہو تو تیری زبان ذکرِ الٰہی سے تر ہو یعنی مرتے دم تک زبان پر ذکرِ الٰہی جاری ہو۔ (احمد، ترمذی)

فرشتے گھیرتے ہیں

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو سعیدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کوئی قوم ذکرِ الٰہی کے لیے نہیں بیٹھتی مگر فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں اور اس پر رحمت چھا جاتی ہے اور اس پر سکینت نازل ہوتی ہے یعنی سکون و اطمینانِ قلب اور اللہ تعالےٰ ان کا ذکر جو اس کے پاس ہیں ہیں کرتا ہے۔ یعنی فرشتوں میں۔ (مسلم)

ذکرِ الٰہی کرنے والا زندہ کی مانند

حضرت ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ذکرِ الٰہی کرتا ہے اور جو شخص ذکرِ الٰہی نہیں کرتا وہ زندہ اور مردے کی مانند ہیں۔ (بخاری و مسلم)

بہترین مال

حضرت ثوبان رضؓ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "وہ لوگ جو جمع کرتے ہیں سونا اور چاندی" اس وقت ہم سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پس بعض اصحابؓ نے یہ کہا کہ یہ آیت صرف سونے اور چاندی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ کاش ہم کو یہ معلوم ہو جاتا کہ کونسا مال بہتر ہے تو ہم اس کو جمع کریں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہترین مال خدا کا ذکر کرنے والی زبان ہے۔ اور خدا کا شکر ادا کرنے والا دل ہے اور وہ مومن بیوی ہے جو شوہر کے دین و ایمان کی مددگار ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

میوہ خوری کرنا

حضرت انس رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم بہشت کے باغوں میں سے گذرو پس میوہ خوری کرو، صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ جنت کے باغ میں کیا ہے آپ نے فرمایا ذکرِ الٰہی کے حلقے۔ (ترمذی)

باعث نجات

حضرت معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جو عمل کرتا ہے اس میں ذکرِ الٰہی سے بہتر اور عذابِ الٰہی سے نجات دلانے والا کوئی عمل نہیں ہے۔ (مالک، ابن ماجہ، ترمذی)

خدا کا ساتھ ہونا

حضرت ابو ہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جب کہ وہ مجھ کو یاد کرتا ہے۔ اور اس کے دونوں ہونٹ میرے ذکر کی وجہ سے حرکت کرتے ہیں (بخاری)

فرشتے تلاش کرتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستے میں ان لوگوں کو تلاش کرتی ہے جو ذکرِ الٰہی کرتے ہیں پس جب وہ کسی جگہ ذکرِ الٰہی کرنے والوں کو دیکھتے ہیں تو اپنے ساتھیوں کو پکارتے ہیں کہ مقصد کی طرف آؤ (یعنی ذکرِ الٰہی کرنے والوں سے ملنے اور ذکرِ الٰہی سننے کے لیے) اس کے بعد نبی صلعم نے فرمایا، کہ وہ فرشتے ذکرِ الٰہی کرنے والوں کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ اور آسمان و دنیا تک پھیل جاتے ہیں۔ پھر نبی کریمؐ نے فرمایا (جب وہ واپس جاتے ہیں) ان کا پروردگار ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ اپنے بندوں کے حال سے ان سے زیادہ واقف ہوتا ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں کہ تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں، تیری عظمت و بزرگی بیان کر رہے ہیں اور تجھے عظمت کے ساتھ یاد کر رہے ہیں۔

خداوند تعالیٰ کہتا ہے میں تم کو اپنا گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔ یہ سن کر، ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ ان لوگوں میں سے ایک ایسا شخص بھی تھا جو ان میں شامل نہ تھا راہ چلتا کھڑا ہو گیا خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وہ (یعنی ذکرِ الٰہی کرنے والے لوگ) ایسے بیٹھنے والے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والے کو محروم نہیں رکھا جا سکتا۔ (بخاری)

خدا بھی یاد کرتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ میری نسبت جو گمان و خیال کرتا ہے میں اس کے لیے ایسا ہی ہوں یعنی اس کے گمان کے موافق معاملہ کرتا ہوں اگر وہ مجھ سے معافی کا خواستگار ہوتا ہے اس کو معافی دیتا ہوں اور عذاب کا خیال کرتا ہے تو عذاب دیتا ہوں اور جب میرا بندہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں اور اگر وہ مجھ کو دل سے یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کا ذکر دل میں کرتا ہوں اگر وہ جماعت میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی اس کا ذکر ایسی جماعت میں کرتا ہوں جو اس سے بہتر ہو۔ (بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ کا افسوس

حضرت ابو ہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا ہو اور وہاں میرا ذکر نہ کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا افسوس ہو گا۔ اور جو شخص اپنے بستر پر لیٹا اور خدا کا ذکر نہ کیا تو اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا افسوس ہے۔ (ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لوگ کسی جگہ بیٹھ کر اٹھیں اور اس نشست میں خدا کا ذکر نہ کریں اور اپنے نبی پر درود نہ بھیجیں تو وہ مجلس ان کے لیے حسرت ہو گی چاہے خدا ان کو بدلہ دے چاہے ان کو بخش دے (ترمذی)

زیادہ باتیں دل کو سخت کرتی ہیں

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا خدا کے ذکر کے سوا زیادہ باتیں نہ بنایا کرو اس لیے کہ خدا کے ذکر کے علاوہ زیادہ باتیں کرنا دل کو سخت کرتا ہے اور وہ

خدام الدین

۲۸ ربیع الثانی سنہ ۱۳۹۳ھ

یکم جون، سنہ ۱۹۷۳ عیسوی

جلد ۱۹ شمارہ ۱

مندرجات

رئیس الادارہ

جانشین شیخ التفسیر

مولانا عبیداللہ انور

مدیر

مجاہد الحسینی

حضرت شیخ التفسیر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف اور مشن

خدام الدین کے اٹھارہ سال اور نئے عزائم

شیخ التفسیر و شیخ طریقت حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بانی انجمن خدام الدین لاہور نے اپنی پوری زندگی جس مقدس مشن اور بلند و بالا مقصد کے لیے وقف کیے رکھی وہ تھا اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی، اس کے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و فرمانبرداری اور آپ کی مقدس تعلیمات کی تبلیغ اور نشر و اشاعت۔

حضرت شیخ لاہوریؒ نے حصول مقصد کے لیے جو انداز اور طریق کار اختیار کیا وہ اس قدر محبوب اور موثر تھا کہ بندگانِ خدا کشاں کشاں اس کی طرف مائل تھے، اور اس کے لیے دل و جان قربان کرنے کو سربکف تیار رہتے تھے۔

حضرت شیخ لاہوری کی زندگی چونکہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور آپ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق بسر ہوئی تھی اس لیے آپ میدان جہاد میں ایک جفاکش مجاہد اور غازی کی حیثیت میں سرگرم عمل رہے اور برصغیر کی تمام انقلابی تحریکوں میں عملاً حصہ لینے کی پاداش میں قید و بند کی مصیبتوں اور کلفتوں کا شکار بھی ہوتے۔

تبلیغ کے میدان میں ایک مخلص اور سچے مبلغ اسلام کی حیثیت سے مثالی خدمات انجام دیں۔ اس سلسلہ میں کسی سے کوئی کرایہ اور معاوضہ وصول نہ کرتے تھے، حتیٰ کہ کسی کی خوراک تک قبول نہ کرتے بلکہ بھنے ہوئے چنے تھیلی میں ڈال کر اپنے ساتھ لے جاتے اور اسی پر گزارہ کرتے — حضرت شیخ لاہوریؒ وہ پہلی شخصیت تھے جنہوں نے برصغیر میں تبلیغ اسلام کے لیے تحریر اور خط و کتابت کو ذریعہ بنایا اور اسلام کے صحیح عقائد و نظریات پر مشتمل پمفلٹ اور کتابچے شائع کرکے ان کی مفت تقسیم کا اہتمام فرمایا۔

حضرت شیخ لاہوریؒ نے راقم کی خصوصی درخواست پر روزنامہ آزاد لاہور میں اپنے خطبات جمعہ کی اشاعت کا ایک موثر اور مقبول عام سلسلہ شروع فرمایا اور بعد ازاں یہی پہلو ہفت روزہ خدام الدین کی صورت میں نمایاں ہوا جسے آج اٹھارہ برس پورے ہوگئے ہیں۔ حضرت شیخ التفسیر لاہوریؒ نے دینی اور مذہبی حلقوں میں رواداری، اخوت و مودت اور احترام عظمت کی راہیں پیدا فرمائیں۔ اور اس سلسلہ میں خلوص و للہیت کا اس طرح مظاہرہ کیا کہ اختلافِ فکر و نظر کے باوجود آپ نماز عیدین جمعیۃ اہلحدیث کے امیر مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ کی امامت میں ادا کرتے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت کے دوران مولانا سید ابوالحسنات محمد احمد قادری سابق خطیب مسجد وزیر خاں لاہور کی قیادت میں بصد تنظیم کام کرتے تھے اور علماء کے اشتراک باہمی کے لیے فضا سازگار کیا کرتے تھے۔ چنانچہ یہ اس کا ثمرہ تھا کہ اہلحدیث مکتب فکر کے مرکز دارالعلوم تقویۃ الایمان شیش محل روڈ لاہور میں مولانا سید ابوالحسنات کی زیر صدارت ایک اجلاس میں حضرت شیخ لاہوریؒ کے دوش بدوش مولانا سید محمد داؤد غزنوی بھی رونق افروز تھے۔ گویا دیوبندی، اہلحدیث اور بریلوی تمام مکاتب فکر کے شیوخ یکجا اور باہم شیر و شکر تھے۔

حضرت شیخ لاہوری معمولی فروعی اختلافات کو تو برداشت کر لیتے تھے لیکن کوئی شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ حضرت شیخؒ اسلام کے مخالف فتنوں (قادیانیت، انکار حدیث اور فتنہ مودودیت) کے سخت خلاف تھے اور ملتِ اسلامیہ کو ان فتنوں سے دامن بچا کے رکھنے کی زبردست تاکید فرمایا کرتے تھے۔

آج — پھر ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم تبلیغ و اشاعت اسلام کے سلسلہ میں وہی انداز اور طریق کار اختیار کریں جو ہمارے اسلاف نے اختیار کیا تھا۔ چنانچہ دیگر امور کی بابت تو ہم صرف توجہ ہی دلا سکتے ہیں البتہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی اشاعتی یادگار ہفت روزہ خدام الدین کو آئندہ پرچے سے نئے انداز میں ترتیب دیا جا رہا ہے انشاءاللہ اس بات کی پوری کوشش کی جائے گی کہ خدام الدین حضرتؒ کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں موثر کردار ادا کر سکے — ہم اپنے مخلص قارئین حضرات سے پوری توقع رکھتے ہیں کہ وہ اپنے مفید مشوروں سے ادارہ کو ضرور سرفراز فرمائیں گے اور حضرت شیخ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے گلشن کو سرسبز و شاداب بنانے میں سرگرم عمل ہوں گے۔

مجاہد الحسینی

۲۵ مئی ۱۹۷۳ء

قبر سے خوشبو!

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ العزیز کی وفات کے بعد ان کی قبر سے کئی روز تک خوشبو آتی رہی۔ پنجاب لیبارٹریز کے کارکنوں نے قبر کی مٹی کا تجزیہ بھی کیا تھا اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے

تھے کہ خوشبو قدرتی ہے اور مٹی میں عطر وغیرہ مادی اشیاء کی قطعاً آمیزش نہیں ہے۔

اس خبر کے بعد معاصر روزنامہ مشرق لاہور مورخہ ۱۸ رمئی ۱۹۷۳ء نے قبر سے خوشبو کے عنوان سے جو خبر شائع کی ہے اسے بھی ملاحظہ فرمایئے۔

قلعہ دیدار سنگھ۔ ۱۷ رمئی۔ (نامہ نگار) کل مقامی قبرستان میں عجیب واقعہ پیش آیا۔ گورکن ایک قبر کھودنے میں مصروف تھے کہ انھیں خوشبو محسوس ہوئی جوں جوں قبر گہری ہوتی گئی خوشبو میں اضافہ ہوتا گیا یہ صورتحال دیکھ کر گورکن گھبرا کر باہر نکل آیا اور اس نے یہ بات لوگوں کو بتائی۔ اس پہ تین افراد قبر میں اترے اور احتیاط سے جائزہ لیا تو دیکھا کہ اس میں میت موجود ہے اور خوشبو اس سے آ رہی ہے۔ میت کا چہرا کھولا گیا تو یہ محسوس ہوا کہ کوئی شخص سو رہا ہے لوگوں نے بھاری تعداد میں اس بزرگ کا دیدار کیا تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ قبر ستر سال پرانی ہے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ یہ قبر قصبہ کی ایک بزرگ شخصیت میاں معراج دین کے لیے کھودی جا رہی تھی۔ ان کا انتقال کل ہی ہوا تھا۔

ان خبروں سے اندازہ لگایئے کہ جن بزرگوں کی زندگیاں حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور آپ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ہو جاتی ہیں قبروں میں ان کے اجسام معطر ہو جاتے ہیں اور ان کی قبر رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ بن جاتی ہیں

● عازمین حج کے مسائل

انجمن خدام الحجاج پاکستان کے صدر حاجی خلیل احمد لدھیانوی نے ایک اخباری بیان میں حکومتِ پاکستان کی اس پالیسی کا خیر مقدم کیا ہے جس کے مطابق اسسال بھی عازمینِ حج پہ کوئی پابندی عاید نہیں کی جائے گی اور نئی حج پالیسی سابقہ تجربات کی روشنی میں وضع کی جائے گی اور گذشتہ سال عازمینِ حج کو جن مشکلات اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ہے ان کا مکمل سدباب کیا جائے گا۔ صدر انجمن خدام الحجاج نے یہ بھی مطالبہ کیا ہے کہ جس طرح حکومت نے مرکز میں حج مشاورتی کمیٹیاں قائم کی ہیں صوبوں میں بھی ان کا تقرر عمل میں لایا جائے تاکہ حکومت کے انتظامی امور میں دشواریاں پیش نہ آئیں اور ٹھوس مشوروں کی اساس پہ قابل عمل اور موجب اطمینان حج پالیسی ترتیب دی جا سکے۔

صدر انجمن حاجی خلیل احمد لدھیانوی کا یہ بیان اس لیے بھی خصوصی توجہ کے لائق ہے کہ گذشتہ سال اگرچہ مرکزی سطح پہ حج مشاورتی کمیٹی قائم کی تھی لیکن محدود مشاورت کے باعث حجاج کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ صوبائی سطح پہ بھی اگر حج مشاورتی کمیٹیاں قائم ہو جائیں تو وسیع مشاورت کے باعث حج پالیسی اور زیادہ وسیع بنیادوں پہ استوار ہو سکتی ہے اور حجاج کی مشکلات پہ قابو پایا جا سکتا ہے۔

● اور مدارس عربیہ کے طلباء کیلئے؟

حکومت نے مختلف تعلیمی اداروں کے طلباء کو ہر قسم کی سہولتوں سے نوازا ہے اور اب ایک نئی سکیم کے ذریعے طلباء کو تعلیم کے لیے بطور قرض مالی امداد دینے کا بھی اعلان کیا گیا ہے۔ لیکن آج تک مدارسِ عربیہ اور دینی اداروں میں تعلیم پانے والے طلبا کے لیے حکومت نے کوئی قدم نہیں اٹھایا ہے۔ مدارسِ عربیہ کی حالت ویسے ہی ناگفتنی ہے اور وہ زبوں حالی کا شکار ہیں اس پہ طلباء کے قیام و طعام کا بوجھ مستزاد ہے اور ان اداروں کے طلباء معاشی اعتبار سے تہی دامن ہوتے ہیں حکومت کو چاہیئے کہ وہ مدارس عربیہ کے طلباء کی طرف توجہ دیں اور نہ سہی تو کم از کم انہیں سفری سہولتوں (نصف کرائے) کی رعایت تو عطا کریں۔

مشرق وسطیٰ میں بحران

جذبۂ مفاہمت کے فقدان اور مسلمانوں کی باہمی کدورت اور نفاق کے باعث

۲۵۔۳۰ لاکھ اسرائیلی گیارہ کروڑ مسلمانوں کو تگنی کا ناچ نچا رہے ہیں۔

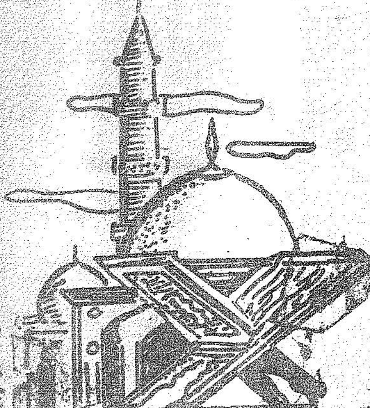
"اقتدارِ عالم" کے سرچشمے عربوں کے ہاتھ میں ہیں

مشرقِ وسطیٰ میں ایک بار پھر بحرانی کیفیت پیدا ہو گئی۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ اس علاقے میں ایک بار پھر جنگ کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس مرتبہ بحران کا آغاز لبنان سے ہوا لبنانی فوج نے کم و بیش ۱۹۶۹ء کے انداز میں فلسطینی فدائین کے خلاف کارروائی کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے خلاف شدید ردعمل کا اظہار ہوا۔ اور بعض عرب ملک آپس ہی میں دست و گریباں ہونے لگے ہیں۔ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق اس وقت کیفیت یہ ہے کہ شام کی فوجیں لبنان میں آباد فلسطینی فدائین کی امداد کے لیے حرکت میں آ چکی ہیں شامی فوج کے بکتر بند دستے اور میزائل بردار گوریلا یونٹ لبنان میں داخل ہو چکے ہیں۔ ادھر اسرائیلی فوج لبنان کی "امداد" کے لیے شام اور لبنان کی سرحدوں کی طرف بڑھ رہی ہے بلکہ شام کے سرحدی علاقوں میں اسرائیلی فوجی دستوں کی جارحانہ سرگرمیوں کی اطلاع بھی ملی ہے۔ لبنان نے امریکہ اور فرانس سے امداد کی درخواست کی ہے اور دونوں ملکوں کے ماہرین اس درخواست کا جائزہ لے رہے ہیں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ امریکہ کا چھٹا بحری بیڑہ پہلے ہی بحیرہ روم میں موجود ہے۔

لبنان میں اس تشویشناک صورتِ حال کی وجہ سے فلسطینی فدائین اور لبنانی حکومت کے مابین تعلقات میں کشیدگی بڑھی ہے۔ لبنانی حکومت کا یہ کہنا ہے کہ وہ "مملکت در مملکت" برداشت نہیں کر سکتی۔ وہ لبنان میں گوریلا کیمپوں پہ کنٹرول اور ۱۹۶۹ء کے معاہدۂ قاہرہ کے بارے میں دوبارہ مذاکرات کی خواہش کا اظہار بھی کر چکی ہے۔ بیروت کے بعض اعلیٰ اربابِ اقتدار نے ان مقاصد کے حصول کے لیے طاقت کے استعمال کو ترجیح دی۔ فدائین کے ساتھ لبنانی حکومت کے تعلقات میں اس تبدیلی کو ناپسندیدگی کی نظروں سے دیکھا گیا۔ اور گذشتہ ایک ماہ کے دوران یکے بعد دیگرے دو وزرائے اعظم کا استعفا اس امر کی دلیل ہے کہ بعض اعلیٰ حکام کی اس نئی پالیسی کو پسند نہیں کیا گیا۔ لبنان کا آئینی صدر اور مسلح افواج کے باہمی تعلقات کے بارے میں خاموش ہے۔ چنانچہ یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ لبنان کی مسلح افواج کے کمانڈروں نے از خود فلسطینی فدائین کے خلاف کارروائی کا آغاز کیا ہے (لبنان میں گذشتہ پیر سے مارشل لا نافذ ہے) اس صورتِ حال کے پیشِ نظر یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ فلسطینی فدائین کے نمائندوں اور لبنانی حکومت کے مابین جنگ بندی کے دو معاہدوں کے باوجود خونریزی کیوں نہیں رک سکی۔

لبنانی حکومت اور فلسطینی فدائین کے نمائندوں کے مابین جنگ بندی کے مذاکرات اس وقت جمود و تعطل کا شکار ہیں اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اگر یہ تعلق دور نہ ہوا تو شام اور لبنان کا تصادم کیا رنگ اختیار کرے گا اور اس میں دوسرے عرب ملکوں کا کیا کردار ہوگا؟ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ ضبط و تحمل سے کام لے کر عرب فدائین

اجتماع
جمعۃ المبارک
۱۸ / مئی ۱۹۷۳ء
مرتب
عبد الرشید انصاری



بخشش کی اُمید پر گناہوں کا مسلسل ارتکاب راہِ حق سے دور کر دیتا ہے

بارگاہِ رب العالمین سے صرف حقوق اللہ کی معافی مل سکتی ہے حقوق العباد کی نہیں

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم کا خطاب

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا ۚ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُورُ ۝ ۳۳ (سورۃ لقمٰن)

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا۔ اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آنے کا۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے پھر دنیا کی زندگی تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے اور نہ دغاباز تمہیں اللہ سے دھوکہ میں رکھیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے ایک مستقل لائحہ عمل عطا فرمایا ہے جس میں ہر کسی کے حقوق و فرائض وضاحت کے ساتھ متعین کر دیئے گئے ہیں۔ گھریلو زندگی میں بیوی کے شوہر کے ذمے اور شوہر کے بیوی پر، والدین کے اولاد پر اور اولاد کے والدین پر۔ اور بہنوں بھائیوں کے آپس میں ایک دوسرے پر کیا حقوق و فرائض ہیں؟ اسلام نے ہر رشتے کو محبت و الفت اور بھلائی و راحت کا ذریعہ بننے کے لیے نہایت حسین پیرائے میں حقوق حدود و قیود متعین فرمائی ہیں۔ اگر آج ہمارا معاشرہ ان حدود کا احترام کرنے لگ جائے اور ہر شخص اپنے فرائض پہچانے اور ادا کرے تو ہر فرد خوشحال و مطمئن ہو جائے گا۔ اور پریشانی و بے یقینی کی فضا یکسر ختم ہو جائے گی مصیبت یہ ہے کہ لاعلمی اور لاپرواہی میں جس چیز کو بیماری کا علاج سمجھا گیا ہے وہی زہر قاتل ہے اس زہر کی ہلاکت اور تباہ کاری کا مشاہدہ کرنے کے باوجود قوم آنکھیں بند کئے ایک ہی ڈگر پر چلی جا رہی ہے۔ راستہ غلط اختیار کر لینے کی وجہ سے منزل کے قریب پہنچنے کے بجائے دور سے دور تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

آج فرائض کی ادائیگی سے مکمل لاپرواہی اور دوسروں کے حقوق غصب کرنے کا دور دورہ ہے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو جو فرائض سونپے ہیں ان کو ادا نہ کرنے کا گناہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و احسان سے معاف فرما سکتے ہیں لیکن ان کی ادائیگی پر جو رحمتیں، برکتیں اور انعامات ملتے ہیں وہ بے علموں اور غفلت شعار لوگوں کو بھی کیا مل جائیں گے۔

این خیال است و محال است و جنوں

زمین میں بیج ڈالے بغیر فصل نہیں اُگ سکتی۔ محنت کے بغیر مزدوری نہیں ملتی۔ فرائض کی بجا آوری کے بغیر رضائے الٰہی اور انعامات خداوندی حاصل نہیں ہو سکتے۔

ہر شخص کو یہ بات بتا دی گئی ہے کہ اس نے مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ کی عدالت میں پیش ہونا ہے۔ مومن دن رات اپنی نمازوں میں بار بار اس سبق کو دہراتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتا ہے کہ اے اللہ ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور ہر ضرورت و مشکل میں تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود معصیت و نافرمانی اس سے سرزد ہو جاتی ہے اس کے ذمہ ذات الٰہی کی جانب سے جو فرائض عاید ہوتے ہیں ان کی ادائیگی میں سستی اور کوتاہی ہو جاتی ہے بعد میں اسے اپنی غلطی اور قصور کا احساس ہوتا ہے اور وہ بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہو کر، ہاتھ پھیلا کر معافی مانگتا ہے اور رو رو کر اپنے گناہ اور لغزش کا اعتراف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و شفقت سے اس کی دعا قبول فرما لیتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ ایک پریشان حال گنہگار بندے نے معافی کی امید پر بارگاہِ رب عزوجل میں رجوع کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ لیکن رحمت ایزدی اس کی طرف متوجہ نہ ہوئی اس نے دوبارہ گڑگڑا کر بار گاہِ قدوسی میں دعا کی مگر رحمت حق نے پھر بھی اعراض کیا لیکن اس نے دربار الٰہی کی چوکھٹ کو نہ چھوڑا اور دل و دماغ کی تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو گناہوں کی معافی مانگنے کے لیے کام میں لا کر الحاح و زاری کی اپنی بے کسی و بے بسی کا اعتراف کیا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت و شفقت کا سمندر جوش میں آ گیا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ۔ اپنے پاک فرشتوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتے ہیں۔

يَا مَلَائِكَتِي قَدِ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ عَبْدِي وَلَيْسَ لَهُ غَيْرِي۔

اے میرے فرشتو! مجھے میرے بندے سے حیا آ رہی ہے اس کا میرے سوا کوئی نہیں ہے وہ مجھ سے دعا کر رہا ہے معافی مانگ رہا ہے میں نے اس کی دعا قبول کی اور گناہوں کو معاف کر دیا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کرم بیں و لطف خداوندگار
گناہ بندہ کردست او شرمسار

"تم رب العالمین کے لطف و کرم کا ذرا مشاہدہ تو کرو کہ گناہ بندہ کرتا ہے اور حیا اُسے آتی ہے" ۔۔ تو بلاشبہ پروردگار عالم غفور و ستار اور رحمٰن و رحیم ہیں وہ اپنے گنہگار بندوں کو معاف فرما ہی دیں گے۔ لیکن وہ گناہ وہ قصور اور وہ زیادتیاں جن کا نشانہ مخلوق بنی ہو۔ انہیں اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائیں گے۔ وہ شخص جس کو ستایا ہے جس کا نقصان کیا ہے جس کا حق غصب کیا ہے اسی کے اختیار میں ہے معاف کرے یا نہ کرے۔ حقوق العباد کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ شہید کا ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے مگر بندوں کے حقوق کی اسے بھی معافی نہیں اگر اس نے کسی کا کچھ دینا ہے تو جب تک قرض خواہ معاف نہ کرے معافی نہیں مل سکتی۔ رحمت للعالمین سرور کائنات جناب رسالت مآب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کی نماز جنازہ اس وقت تک نہ پڑھا کرتے تھے جب تک کہ اس کے ذمے جو قرضے ہیں وہ ادا نہ کر دیئے جائیں۔ اور آپ نے تو امت کے سامنے خود اپنا اسوۂ حسنہ پیش کیا کہ اعلان فرما دیا کہ میرے ذمے جس کسی کا جو کچھ ہو وہ آج وصول کرے اور اگر کسی کو مجھ سے تکلیف پہنچی ہے تو اس کا بدلہ آج دنیا ہی میں مجھ سے لے لے۔

پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت طیبہ کے اس پہلو کے سامنے آ جانے کے بعد حقوق العباد کی ادائیگی سے پھر بھی غفلت شعار اور خوفناک ہے۔ انسان اپنی جان اعزہ و اقربا اور بیوی بچوں کی فلاح و خوشحالی کے لیے بعض اوقات ایسے ایسے کام کر بیٹھتا ہے جن کی زد میں کئی بے گناہ آ جاتے ہیں کسی کی زندگی کا سکون چھن جاتا ہے اور کسی کو بے قصور پشیمانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ انسان معاملات، کاروبار اور لین دین سے جھوٹ بولتا ہے، خیانت کرتا ہے، راست بازی اور نیکی کا دامن چھوڑتا ہے تو اس کے سامنے غور کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا کہ صرف اور صرف اپنی چند روزہ زندگی کی فلاح یا بیوی بچوں کا فائدہ ہوتا ہے۔ حالانکہ اسی حال میں اگر اس کی موت واقع ہو جائے تو ان میں کوئی بھی اس کے کام نہ آئے گا ساتھ جائیں گے تو صرف اس کے اعمال جائیں گے وہ وہی ہوں گے جو اس نے دنیا میں انجام دیئے۔ قرآن مجید نے انسان کو موت کے نازک مرحلے

معاشرت

اسلام اور لباس

از
مولانا سید انظر شاہ صاحب
کشمیری استاذ تفسیر
دارالعلوم، دیوبند

خدا جانے اس حقیقت کو دنیا نے تو کیا، خود اپنے کو مسلمان کہنے والوں نے سمجھا یا نہیں کہ چودہ سو سال قبل اپنی مکمل صورت میں عرب نژاد اور مقدس و مطہر انسان سرکار کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے جو دین اسلام کے نام سے پھیلا، پھیلتا ہی چلا گیا اور جس کی قسمت میں ازل سے بجائے سکڑنے کے دنیا وجہاں کی وسعتیں مقدر کر دی ہیں۔ قسام ازلی ہی کا تو ارشاد ہے کہ:۔

هو الذی ارسل رسولہ بالهدیٰ و دین الحق لیظهرہ علی الدین کلہ وکفیٰ باللہ شهیدا۔

جس نے بھیجا اپنا رسول راہ پر اور سچے دین پر کہ اوپر رکھے اس کو ہر دین سے اور بس ہے اللہ حق ثابت کرنے والا۔

چودہ سو سال کی پوری تاریخ اس فیصلہ کی شہادت ہے ایک انسان نے خدا کے اس پسندیدہ و برگزیدہ دین کا نام لیا اس سے بڑھ کر کروڑ ہا کروڑ کی تعداد اسی دین سے عمل و عقیدہ کے اعتبار سے پیوست ہوتی چلی گئی۔ عرب کی زمین پر دین کا نام بلند ہوا اور پھر ملک کی حدود سے نکل کر اقصائے عالم کے گوشے گوشے میں پہنچ گیا اور پہنچ رہا ہے اس سیل رواں کی راہ میں سنگ گراں کتنے اور کس طرح آئے لیکن تاریخ بتا سکتی ہے کہ دوڑتے ہوئے سیل بیکراں نے ہر ہی رکاوٹ کو اپنی راہ سے ہٹا دیا سب کچھ ہوا سب کچھ ہوتا رہے گا اور قیامت تک یہ دین دنیا میں انشاء اللہ قائم رہے گا۔ لیکن ذہنی فہمیوں کے عنکبوتی گھروندے سے نکل کر جب کبھی سوچتا ہوں تو سوائے حسرت و یاس کے کوئی اور چیز دل و دماغ کے دریچے میں منظر نہیں آتی۔

حسرت اسی کی ہے کہ اسلام کے متعلق دنیا تو کیا خود مسلمان کو بھی یہ علم و یقین غالباً نہیں کہ چودہ سو سالہ تاریخ کا یہ دین اپنی ہدایت اور رہنمائی کے اعتبار سے کسی ایک گوشے اور کونے میں پھنسا پھنسایا دین نہیں ہے بلکہ اس کی رہنمائی اور تربیت زندگی بلکہ بعد الموت کے احوال عالم سے بھی دور کا نہیں۔ قریب کا تعلق رکھتی ہے۔

یہ دین صرف عقائد کے باب ہی میں کوئی تہلکہ مچا دینے کے لیے نہیں آیا۔ اعمال اور افعال کی کائنات بھی اس نے برہم کر کے رکھ دی۔ کھانا پینا، سونا، اٹھنا بیٹھنا، پہننا، اوڑھنا، بچپن، جوانی، بڑھاپا، بچوں کے حقوق، بیوی کا معاملہ، اعزہ و اقارب، اپنے، غیر، دوست دشمن، گھر، باہر، پڑوس اور دور، انفرادی، اجتماعی، غربت و امارت، تجارت، معیشت، مزدوری، ملازمت زندگی کا کونسا وہ جز یا حصہ ہے؟ جہاں اسلام ایک راہنما، قرآن ایک رہبر، حدیث ایک ہدایت کی شکل اختیار نہیں کرتی گویا کہ مسلمان کی تو ساری زندگی دین کی جکڑ بندیوں میں اس طرح کسی ہوئی ہے کہ آزادی کا تصور ہی ممکن نہیں ہاں یہ اور بات ہے کہ اس پابندی پر ہزاروں آزادیاں قربان اور اس غلامی پر حریت کے عالم بے تکلف نثار کئے جا سکتے ہیں۔ گویا کہ غلامی میں آزادی، آزادی میں پابندی اسلام کا سارا سرمایہ اور پھیلے ہوئے دین کا نچوڑ و خلاصہ ہے۔ مگر اس حقیقت پر غیر تو درکنار خود مسلمان ہی کس حد تک واقف ہیں۔ صورت حال کا یہی پہلو اپنے اندر ناکام حسرتوں کا بھیانک چہرہ چھپائے ہوئے ہے۔ دنیا میں وہ قومیں بھی ہیں جنہوں نے اپنی مذہبی تعلیمات کے حصے بخرے کر کے رکھ دیا بعض اجزاء میں اس کو امام اور دوسرے بعض حصوں میں بے تکلف مقتدی بنا لیا۔

کیا عرض کیا جائے مسلمان بھی خواہی نخواہی اس حادثہ سے دو چار ہوئے بغیر نہ رہ سکے پس کام کرنے والوں کے لیے تو ابتدائی بلکہ بنیادی کام یہیں سے شروع ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے دماغوں سے سب سے پہلے اسی تصور و تخیل کو کھرچ کر نکالیں کہ اسلام کی تعلیم و ہدایت ان کی زندگی کے کسی خاص عہد و گوشہ سے تعلق رکھتی ہے دماغوں کی راہ سے دل میں اس حقیقت کو انڈیل دینے کی سب سے بڑی ضرورت سامنے آ کھڑی ہوتی کہ اسلام پوری زندگی پر حاوی اور حقیقی دین ملت، مذہب اور طریقہ ہے گویا کہ علت العلل یا بیماریوں کی اس طرح جڑ ہی کو جب تک نہ کاٹا جائے گا علاج و معالجہ بس اسی مغربی طریق پر ہوگا کہ اصل علت کو چھوڑ کر عوارض کے علاج میں وقت صرف کیا جائے جس کے نتیجہ میں ایک مرض سے رہائی دوسری بیماری کا پیش خیمہ اور دوسری علت کا انقطاع کسی نئے عارضہ کی تمہید بنتا چلا جاتا ہے۔

خدا کرے کہ عالم اسلامی میں پھیلے ہوئے کام کرنے والوں کے ذہن میں یہ بات اتر جائے تو سمجھتا ہوں کہ مضبوط اور موثر مفید اور بار آور کام کی راہیں یقیناً مکمل ہو جائیں گی۔

بہر حال اس وقت تو یہ عرض کر رہا تھا کہ عریانی اور بے حجابی، بے پردگی اور برہنگی جو یورپ کے ذہنی تسلط کی وجہ سے تمام ہی دنیا میں ایک وبائی مرض کی طرح پھیل گئی اور سادہ لباس سے جس طرح جسم کو آزاد کیا جا رہا ہے خالص ایک شیطانی عمل اور اسی ابلیس کی ایک جیت ہے جس نے ازل سے انسانوں کے باپ اور ماں کو اپنے اغوا سے جنت میں برہنہ کیا تھا گویا کہ آدم اور حوا کو برہنہ کر کے جنت سے نکالنے والا یہ کامیاب شاطر آج آدم کی اولاد کو اس دنیا میں رہتے ہوئے جنت سے محروم کیے دے رہا ہے اور حیرت ہے کہ آدم و حوا کی اولاد بازیگر کے اس تمام معاندانہ طرز کی آج تک واقف نہیں۔ جو کچھ کہنا چاہتا ہوں بنیاد اس کی قرآن کریم کی ان آیات پر ہے۔

فوسوس لهما الشیطن لیبدی لهما ماوری عنهما من سواتهما وقال ما نهکما ربکما عن هذه الشجرة الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخلدین وقاسمهما انی لکما لمن النصحین فدلهما بغرور فلما ذاقا الشجرة بدت لهما سواتهما وطفقا یخصفن علیهما من ورق الجنة ونادىهما ربهما الم انهکما عن تلکما الشجرة واقل لکما ان الشیطن لکما عدو مبین　(اعراف)

ترجمہ:۔ پھر بہکایا ان کو شیطان نے تاکہ کھولے ان پر جو ڈھکے تھے ان کے ان سے عیب اور وہ بولا تم کو جو منع کیا ہے رب تمہارے نے اس درخت سے مگر یہ کہ کبھی ہو جاؤ فرشتے یا ہو ہمیشہ جینے والے اور ان کے پاس قسم کھائی کہ میں تمہارا دوست ہوں پھر ڈلایا ان کو فریب سے، پھر جب چکھا دونوں نے درخت، کھل گئے ان پر عیب ان کے اور لگے جوڑنے اپنے اوپر پتے بہشت کے اور پکارا ان کو ان کے رب نے کیا میں نے منع نہ کیا تھا تم کو اس درخت سے اور کہا تھا تم کو شیطان تمہارا دشمن صاف ہے۔

کچھ سمجھے آپ شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے الہامی ترجمے میں "تاکہ کھولے ان پر ان کے عیب جو ڈھکے تھے" کا پہلو روشن کرتے ہوئے اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ پوشاک انسان کے ظاہری و باطنی تمام عیوب کے لیے پردہ ہے اور ابلیس لعین انسان کے انہیں کھلے اور چھپے ہوئے عیوب کے انکشاف کی کوشش میں مصروف تھا یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے کہ آدم و حوا علیہما السلام کے جسم اطہر سے پوشاک و لباس کے علاوہ کوئی اور چیز اتری تھی اگر ایسا ہوتا تو ورق الجنة سے جسم کو ڈھانکنے اور چھپانے کی جو اطلاع قرآن پاک نے اسی واقعہ میں دی ہے پھر اس کا مطلب کیا ہوگا۔

اس لیے تسلیم کرنا ہوگا کہ گندم کے استعمال سے دونوں کے لباس نورانی کا حجاب ہی چاک ہو کر گر پڑا تھا۔

عجب نہیں کہ ابلیس کو اس پر واقفیت و اطلاع ہو کہ انسان سے معصیتوں کا ارتکاب اس وقت تک ممکن نہیں تا وقتیکہ اس کے جسم سے ساتر اور چھپانے والے لباس ہی کو نہ اتار لیا جائے۔

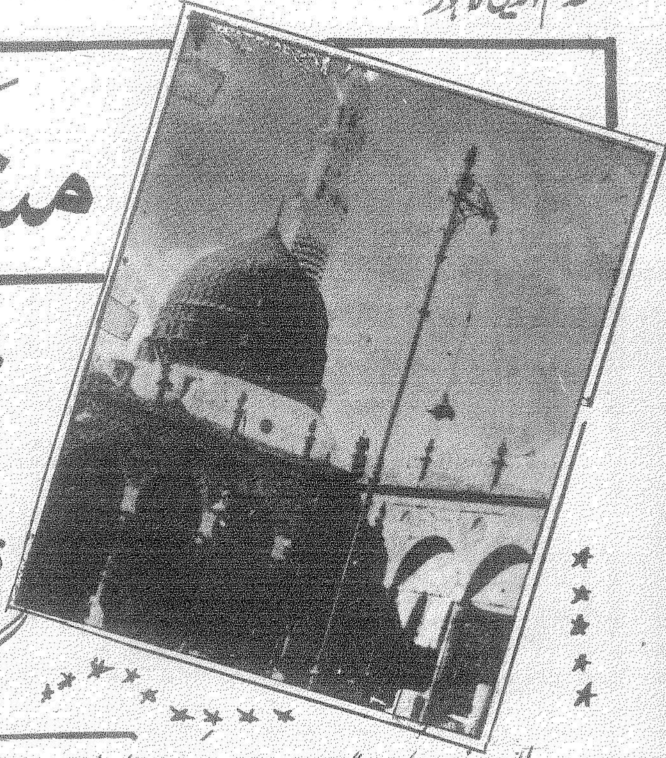
دنیا کیا آج اس کا انتظار کر سکتی ہے کہ جدید تہذیب و تمدن کے ذوق عصیاں کی اس وقت تک تشنگی بجھ نہ سکی تا وقتیکہ اس نے خرمستی کے خوگروں کو عریاں اور برہنہ نہ کر لیا۔ بہتر کیلئے لباس سے بھی جب ہیجان نفس اور جذبات میں بہیمیت و درندگی کے طلاطم کے نشانے پورے نہ ہوئے

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

قسط نمبر ۸

مشاہداتِ حجاز مقدس

مجاہد الحسینی



منیٰ کی قربان گاہ میں ہجوم کے باعث کئی حاجی شہید ہو گئے

قربانی کے گوشت پوست کا حکومت کی جانب سے کوئی معقول انتظام نہیں

گوشت، کھالوں، انتڑیوں اور خون کو استعمال میں لانے کے لیے کارخانہ قائم کرنے کی ضرورت

وزارۃ الاعلام کی بلڈنگ میں سامان وغیرہ رکھ کر سورج نکلنے کے بعد چاشت کے وقت "جمروں پر رمی" کرنے (شیطان کو کنکریاں مارنے) کے لیے ہم جمرات کی طرف روانہ ہوئے۔ بے پناہ ہجوم کی وجہ سے تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے میں بھی خاصا وقت صرف ہوا۔ سنت کے مطابق تینوں جمروں پر ستر کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ اور ۱۰ ذوالحجہ سے شروع کر کے ۱۳ ذوالحجہ کو ختم کی جاتی ہیں۔ پہلے دن سات کنکریاں صرف جمرہ عقبہ پر ماری جاتی ہیں۔ کنکریاں مارتے وقت وادی میں اس طرح کھڑا ہونا چاہیے کہ دائیں جانب منیٰ رہے اور بائیں جانب مکہ مکرمہ۔

سات سات کنکریاں یکے بعد دیگرے الگ الگ ماری جاتی ہیں، ہم نے ابھی زوال آفتاب سے پہلے پہلے رمی سے فراغت حاصل کی اور وہاں سے سیدھے (منیٰ) قربان گاہ کو روانہ ہو گئے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق یوں تو منیٰ کا پورا علاقہ ہی (قربان گاہ) ہے لیکن حکومت کی جانب سے اس کے بے دامن کوہ میں ایک علاقہ مخصوص کر کے اس کے گرد چار دیواری کر دی گئی ہے جس میں داخلے کے لیے دروازے ہیں۔ قربانی کے جانور (دنبہ، بھیڑ، بکرے، گائے، اونٹ) سب اسی مقام سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔

جب ہم قربان گاہ کے قریب پہنچے تو یہاں بھی اپنی نوعیت کا "تاریخی ہجوم" تھا۔ قربان گاہ کا اندرونی حصہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور دروازوں سے داخلہ ناممکن ہو گیا تھا۔ چنانچہ صورت حال کی سنگینی کے پیش نظر ہم نے پہلے تو عقبی دروازوں سے داخلے کی کوشش کی جب اس میں ناکامی نظر آئی تو پہاڑی پر چڑھ کر جائزہ لیا گیا کہ ہم فرض منصبی سے کیونکر عہدہ برآ ہو سکیں گے۔ چنانچہ دیوار کے ساتھ پڑے ایک بھاری پتھر کے ذریعے بہت سے لوگوں کی قربان گاہ کے اندر آمد و رفت دیکھ کر ہم نے بھی اسی مقام سے اندر جانے کا فیصلہ کیا۔ ہمارا وفد چونکہ سات افراد پر مشتمل تھا اس لیے ہم نے اجتماعی قربانی کے لیے گائے خریدنے کا پروگرام بنایا اور طے پایا کہ ہم میں سے دو قوی الجسم افراد اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے قربانگاہ کے اندر چلے جائیں چنانچہ اس اہم خدمت کے لیے جناب ضیاء الاسلام انصاری، اور جناب شورش ملک کی خدمات حاصل کی گئیں۔ ہم نے اپنے حصص کی رقم ان کے حوالے کی ——— ہم پہاڑی پر کھڑے دیکھ رہے تھے کہ قربانگاہ کے اندر بے انداز ہجوم کے باعث ایک حشر برپا ہے اور تمازت آفتاب کی تلخی اس پر مستزاد ——— انصاری اور شورش دونوں لنگر لنگوٹے کس کر اور دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہو گئے اور ہم پہاڑی پر بیٹھے ان حضرات کی بخیر و سلامتی واپسی کے لیے دعاؤں میں مشغول رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ حضرات شاداں و فرحاں واپس ہوئے تو ان کے پاؤں خون سے لت پت تھے۔ انھوں نے بتایا کہ قربان گاہ کے اندر صورت حال سخت تشویشناک ہے۔ کئی افراد ہجوم میں دم گھٹ کر شہید ہو گئے اور کئی نیچے پاؤں تلے روندے گئے اور ہماری بخیریت واپسی بھی خداوند قدوس کے خاص فضل و کرم کی مرہون ہے۔

• قربان گاہ کے انتظامات

سفر حج کے دوران حاجیوں کی آسائش اور سہولت کے لیے حکومت سعودیہ کی جانب سے نہایت ہی اعلیٰ اور عمدہ انتظامات ہوتے ہیں اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا دنیا بھر کے حاجیوں کو اعتراف کرنا پڑتا ہے اور وہ ہر مقام پر حکومت سعودیہ کے شکر گزار بھی ہوتے ہیں مگر یہ بھی ایک صداقت ہے کہ منیٰ میں قربانگاہ کے انتظامات نہایت ناقص اور غیر تسلی بخش ہیں بلکہ قربان گاہ کے گرد اونچی دیوار قائم کر دینے سے حجاج کو سنگین تکالیف اور مہلک حوادث کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ قربان گاہ کے لیے اس وقت جو مقام متعین کیا گیا ہے اگر اس کے سامنے والے حصے میں اضافہ کر دیا جائے اور باقی تمام دیواریں ختم کر کے صرف پہاڑوں کو ہی حدِ فاصل قرار دیا جائے تو کھلی جگہ میسر آ جانے کے سبب بہت سے حاجی آسانی کے ساتھ فریضۂ قربانی ادا کر سکتے ہیں اور انھیں ہلاکت آفریں صورتوں سے نجات مل سکتی ہے۔

قربانی کے لیے مذبح کے اندر داخل ہونے والے حجاج کرام کے بارے میں یہ بات زبان زد عام تھی کہ سینکڑوں افراد زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے اور قربانی کے جانوروں کی جگہ وہ خود قربان ہو گئے جس کی بعد میں پاکستان کے وزیر حج مولانا کوثر نیازی کی زبانی تصدیق بھی ہو گئی۔

• قربانی کے گوشت پوست کا مسئلہ

حکومت سعودیہ کے لیے صرف قربان گاہ کی موجودہ صورت حال کی اصلاح اور اس کی تعمیر نو پر توجہ دینے کی ضرورت ہی نہیں بلکہ قربانی کے گوشت پوست کے مسئلہ پر بھی سب سے زیادہ توجہ کی ضرورت ہے اور اس کے لیے وسیع منصوبہ اور جامع پروگرام کے تحت انتظامات پایہ تکمیل کو پہنچانے چاہئیں۔

قربانی کا گوشت ڈبوں میں بند کر کے دنیا کے بے شمار غریب مسلمانوں کے لیے خوراک کا سامان فراہم ہو سکتا ہے خاص طور سے افریقی ممالک کے نومسلم حضرات اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ قربانی کے گوشت کے علاوہ کھالوں، ہڈیوں، انتڑیوں خون وغیرہ سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ اس وقت قربانی کے مذبوح جانوروں کا گوشت پوست سب ضائع جاتا ہے۔ لوگوں کی زبانی معلوم ہوا نامعلوم اس میں کہاں تک صداقت ہے کہ ایام حج کے بعد حکومت انھیں بڑی بڑی کرینوں کے ذریعے مٹی میں دفن کر دیتی ہے۔ حکومت سعودیہ کو اللہ تعالیٰ نے وسیع تر مالی وسائل و ذرائع سے بہرہ مند کیا ہے، دولت کے

کے سرچشمے اس کے قبضہ و تصرف میں ہیں۔ حکومت جہاں دیگر امور میں فراخدلی کا مظاہرہ کرتی ہے قربان گاہ (منحر) کی موجودہ صورت حال کی اصلاح کا مسئلہ یقیناً اس کے پروگرام اور نئے منصوبوں میں شامل ہوگا اور کوئی وجہ نہیں کہ سعودی حکومت نے قربانی کے گوشت، کھالوں، ہڈیوں، خون وغیرہ کے صحیح مصرف کے معاملہ میں اب تک غور نہ کیا ہو۔ مجھے پوری توقع ہے کہ اس منصوبہ پر بھی جلد عملدر آمد شروع ہوجائے گا۔ کیونکہ اس سے حکومت سعودیہ کو روحانی تسکین کے علاوہ مالی اعتبار سے بھی بڑے فوائد حاصل ہوں گے۔ اور اس سے حاصل کیے جانے والے سرمائے کو سعودی عرب کے علاوہ بے شمار مفلوک الحال فرزندان اسلام کی فلاح وبہبود کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

• پس دیوار منحر

قربان گاہ سے باہر کی دیوار اور پہاڑ کے درمیانی حصے میں دُور دُور تک افریقہ کے کالے کلوٹے انسانوں کی جھونپڑیاں تھیں۔ صرف کپڑے کی چادریں تان کر اور ان کے ساتھ رسی باندھ کر یہ جھونپڑیاں بنائی گئی تھیں۔ ان کے مکین ہر حاجی کے سامنے گوشت کے لیے دست سوال دراز کرتے دکھائی دیتے۔ قربانی کا گوشت اگر کسی منصوبے اور پروگرام کے تحت کم از کم ایسے ہی ضرورت مندوں کے حوالے کرنے کا فیصلہ کرلیا جائے تو ان مظلوم انسانوں کی شکم پری کا سامان فراہم ہو سکتا ہے۔

دیوار کے ساتھ ساتھ قربان گاہ کے باہر استرا قینچی لیے حجام کھڑے تھے قربانی کے جانور ذبح کرنے کے بعد چونکہ ہر حاجی کو حجامت بنوانا پڑتی ہے اور حلق یا قصر کے بعد ہی حاجی اپنا احرام کھول سکتا ہے اس لیے قدرتی طور پر ہر شخص عجلت سے کام لیتا ہے پھر اس بات کی پروا نہیں ہوتی کہ کسی اچھے ماہر حجام سے کام لیا جائے یا اناڑی سے ہی حجامت بنوالی جائے۔ جیساکہ ان حجاموں میں سے افریقیوں کے پاس صرف بلیڈ تھے جو لکڑی کے ساتھ باندھ کر استعمال کیے جارہے تھے اور ان کے ناموزوں استعمال سے خطرناک نتائج بھی برآمد ہو سکتے ہیں لیکن حاجی حضرات مجبوراً ان سے کام لینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ہمیں تو ضلع سیالکوٹ کا ایک حجام مل گیا تھا ہم نے تو اس سے حلق کروایا ہمارے سر سفید انڈے کی طرح چمکنے لگے۔

صرف میرا ہی نہیں دیگر تمام رفقاء کا تاثر بھی تھا کہ باہوش زندگی میں پہلی مرتبہ اس طرح سروں پر اُسترا پھرا۔ اور پہلی دفعہ "ٹنڈ" کرانے کی نوبت آئی۔ کیوں نہ ہو جن بالوں کو زندگی بھر پورے ذوق شوق کے ساتھ سجاتے رہے اور وہ محبوب بن گئے تھے یہ مقام وہ تھا جہاں خداوندِ قدوس کے حضور اپنی ہر محبوب اور پیاری چیز قربان کر دینے کے احکام ہیں۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے اپنی محبوب چیز کے مظاہرہ کے لیے قربانی کے جانوروں کا انتخاب کیا گیا ایسے مقام پر خوشنما بال کیا حیثیت رکھتے ہیں گویا منیٰ میں آکر اپنی محبوب زندگی کے تمام پہلوؤں کو قربان کر دینے کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ حج کے لیے رخت سفر باندھا گیا تھا تو اعزہ و اقارب، گھربار، وطن، لباس ہر محبوب چیز قربان کر دی گئی تھی اب سر کے صرف خوشنما بال رہ گئے تھے جنہیں خوشی خوشی قربان کر دیا گیا — (باقی آئندہ)

دُعائے صُبح و شام

از مورّخ اسلام علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

امابعد۔ برادران اسلام! دعا ایک اہم اور ضروری عبادت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے بڑھ کر کوئی چیز زیادہ مکرم ومحترم نہیں ہے۔" محدثین نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ دعا میں اظہار فقر اور عاجزی کا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمایا ہے اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ "دعا عبادت کا مغز ہے" دعا مانگنے والا اپنی تمام اُمیدیں غیر اللہ سے قطع کرکے اپنی تمام حاجات کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ کر دیتا ہے اور عبادت کا حاصل بھی یہی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتے ہیں۔" دعا مانگنا اس کے انکسار پر دلالت کرتا ہے۔

پریشانیوں میں دُعاء

جو شخص چاہے کہ پریشانیوں اور مصیبتوں میں اس کی دعا مستجاب ہو تو اس کا نسخہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی اس کے راوی ہیں فرماتے ہیں۔

مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَّسْتَجِیْبَ اللّٰہُ لَہٗ عِنْدَ الشَّدَائِدِ وَالْکُرَبِ فَلْیُکْثِرِ الدُّعَاءَ فِی الرَّخَاءِ۔ جس شخص کو یہ بات اچھی منظر آئے کہ اللہ تعالیٰ مصائب اور شدائد میں اس کی دعا قبول فرمائیں تو اسے خوشحالی میں کثرت سے دعا مانگنی ضروری ہے —— دعا کے آداب میں سے یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دعا مانگتا رہے اور گھبرائے نہیں یوں نہ کہے دَعوتُ فلم یستجب لی۔ کہ میں نے بہت دعا مانگی مگر قبول نہیں ہوئی۔ (رواہ ابوہریرہ)

اس مختصر تمہید کے بعد اب ہم چند دعائیں ذکر کرتے ہیں۔

(۱) بسم اللّٰہ الذی لایضرّ مع اسمہٖ شیئٌ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم۔ تین مرتبہ۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو مسلمان اس دعا کو صبح وشام تین مرتبہ پڑھے اس کو کوئی چیز نقصان نہ پہنچائے گی۔ (رواہ الترمذی)

حکایت: اس حدیث کے راوی حضرت ابان رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو کہ حضرت عثمانؓ کے صاحبزادے ہیں۔ فالج کی تکلیف میں مبتلا تھے۔ جس وقت انہوں نے یہ حدیث سنائی تو ان کے ایک شاگرد ازراہِ تعجب اُن کی طرف دیکھنے لگے کہ یا حضرت آپ تو روزانہ صبح وشام یہ دعا پڑھتے رہتے ہیں تو آپ کو فالج کی تکلیف کیسے ہوگئی۔ حضرت ابانؒ نے جواب دیا اے عزیز! حدیث بالکل صحیح ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر کو جس دن میرے اوپر جاری کرنا تھا اس دن میں نے دعا نہ پڑھی۔ یعنی بھول گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرے اوپر فالج کا حملہ ہوگیا۔

۲- سید الاستغفار یہ وہ دعا ہے کہ جسے صبح وشام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اگر صبح کو پڑھے تو شام سے پہلے پہلے اگر موت آگئی پڑھنے والے کے لیے جنت واجب ہو چکی ہوگی اور اگر شام کو پڑھے تو صبح سے پہلے پہلے اگر موت آگئی تو جنت واجب ہو چکی ہوگی۔ وہ دعا یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَعْتَرِفُ بِذُنُوْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ؛

مجلس جس مجلس میں شور وشغب اور فضول یا وہ گوئی زیادہ ہو چکی ہو اس مجلس میں بیٹھنے والے اگر یہ دعا پڑھ کر کھڑے ہوں۔ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ۔ تو جو کچھ لغو یا وہ گوئی اس مجلس میں ہوئی تھی اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتے ہیں۔

دُعاءِ عافیت: جو شخص کسی مصیبت زدہ کو

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

قبر میں میت کو کس طرح لِٹایا جائے؟

مولانا گنگوہیؒ کے فتوے کی روشنی میں !!!

از مولانا فضل الرحمان دھرمکوٹ مدرس مدرسہ حسینیہ حنفیہ سلانوالی

ہمارے یہاں ایک میت ہو گئی۔ مرنے والا نہایت متشرع، پابندِ صوم و صلوٰۃ اور سنّتِ رسولؐ کا شیدائی تھا۔ ہمارے بزرگ حضرت مولانا حکیم شریف الدین صاحب ناظم مدرسہ حسینیہ حنفیہ سلانوالی نے چاہا کہ جس طرح مرحوم اپنی زندگی میں سنن و مستحبات کا عامل تھا اسی طرح اس کی تکفین و تدفین بھی موافق سنّت ہو جائے تو بہتر ہے۔ چنانچہ میّت کے وارثوں سے رابطہ قائم کیا گیا اور انہیں مروّجہ رسوم و بدعات سے بچنے اور سنّتِ نبویؐ کے مطابق کفنانے دفنانے کا مشورہ دیا۔ ان لوگوں نے نہایت برخورداری اور سعادت مندی کا ثبوت دیتے ہوئے کہا کہ جیسے آپ رہنمائی کریں گے ہم ہو بہو اسی طرح کریں گے۔ چنانچہ حکیم صاحب نے انہیں دیگر ہدایات کے علاوہ یہ بھی بتلایا کہ سنّت یہ ہے کہ میّت کو قبر میں چت لٹانے کی بجائے دائیں پہلو پہ لِٹا کر رو بقبلہ کیا جائے۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں تو کوئی اعتراض نہیں آپ اسی طرح دفن کرائیں۔ جب قبر تیار ہو گئی تو گورکن حضرات سے کہا گیا کہ میّت کو چونکہ داہنے پہلو پر لٹانا ہے اس لیے کمر کے ساتھ مصنوعی سہارا لگانے کی بجائے قبر کی نچلی سطح کو مشرق سے مغرب کی طرف چار پانچ انچ ڈھلوان کر دیا جائے۔ تاکہ میّت اپنے آپ دائیں پہلو پر قائم رہے اور پلٹ کر چت نہ ہو جائے۔ بس اتنی بات کہنا تھی پھر جو شور ہوا الامان والحفیظ۔ کسی نے کہا "لو جی لوگ مُردوں کو بھی معاف نہیں کرتے۔ بیچارے کو کوڈا کر رہے ہیں!" کسی نے بطور تعریض کہا۔ کہ "اجی ہماری طرف سے آپ اسے بالکل اُلٹا کر دیں ہم کیا کہتے ہیں"۔ کسی نے کہا یہ ایسا مسئلہ ہے جو زندگی میں پہلی دفعہ سنا جا رہا ہے"۔ ایک نے کہا کہ "پہلے پچیس سال سے آپ نے یہ مسئلہ کیوں چھپا رکھا تھا"۔ کوئی کہنے لگا کہ "جی یہی بڑے عالم آگئے ہیں دنیا میں، اس سے پہلے کسی عالم کو یہ مسئلہ نہیں سوجھا"۔

الغرض جتنے منہ اتنی باتیں تُو تُو میں میں تک نوبت پہنچ گئی، ہاتھا پائی ہوتے ہوتے رہ گئی۔ جاہل تو جاہل جو پڑھے لکھے تھے وہ بھی بحیثیت مسئلہ کے اس پر توجہ دینے کے لیے تیار نہ تھے۔ تاہم مذکورہ میّت کو تو الحمد للہ ہم نے اس متروک سنّت کے مطابق ہی دفن کیا لیکن لوگوں نے جہالت کی وجہ سے شہر اور علاقہ میں جو ایک شور برپا ہو گیا تھا۔ اس کے پیشِ نظر خیال ہوا کہ اس مسئلہ کو پوری تفصیل کے ساتھ مدلّل اور منقح کر کے شائع کر دیا جائے۔ لہٰذا اس کی تفصیل اور دلائل حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر کی روشنی میں پیش کرتا ہوں۔

حضرت فرماتے ہیں کہ دفن کرنا میت کو داہنے پہلو پر قبلہ رُخ بالاتفاق مسنون و متوارث و معمول بہا بلا خوف ہے بلکہ کلام فقہاء علیہم الرحمۃ اس کے خلاف کے منع پر مصرح موجود ہے۔

لہٰذا لوگوں کو چاہیے کہ اس طریقہ کو معمول بہا اپنا ٹھہرا کر اپنے موتیٰ کو بروجہ ملت و سنّت سید المرسلین علیہ التحیۃ و علیٰ آلہ و صحبہ وسلم پر دفنا دیں۔ اور جانبِ پشتِ میت مٹی کے ڈھیلے سے تکیہ لگا دیں تاکہ میّت داہنی کروٹ پر قائم رہے جانبِ پُشت لَوٹ نہ جائے۔

صاحبِ ہدایہ نے لکھا ہے کہ جب کوئی قریب المرگ ہو تو قبر میں میّت کو لٹانے کا اعتبار کرتے ہوئے اسے دائیں پہلو پر قبلہ رُخ کر دیا جائے۔

معلوم ہوا کہ میّت کو بھی چت نہیں بلکہ دائیں پہلو پر لٹا کر قبلہ رُخ کرنا چاہیئے۔ چت لٹا کر صرف چہرہ کو قبلہ کی پھیر دینا خلافِ اولیٰ ہے۔

فتح القدیر میں ہے کہ میت کو دائیں پہلو پر لٹانے کے مسنون ہونے پر حدیثِ نوم سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

صحیحین میں براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تُو اپنے بستر کے پاس آئے تو پہلے وضو کر۔ جیسے نماز کے لیے کیا جاتا ہے۔ پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جا اور یہ دعا پڑھ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ الیٰ ان قَالَ فَاِنْ مِتَّ مِتَّ عَلَی الْفِطْرَۃِ۔ کہ اے اللہ! مَیں نے اپنا نفس تیرے سپرد کر دیا۔ آخر میں آپ نے فرمایا۔ ایسی صورت میں اگر تُو مر گیا تو فطرت کے مطابق مرے گا۔ معلوم ہوا کہ میّت کو دائیں کروٹ پر لٹانا فطرت کے عین مطابق ہے۔

شرحِ نقایۃ میں الیاس زادہ نے کہا ہے کہ کہ میّت کو قبلہ کی طرف متوجہ کیا جائے یعنی قبر میں دائیں کروٹ پر قبلہ رو کر دیا جائے۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ میت کو قبر میں قبلہ کی طرف سے اتارا جائے اور دائیں کروٹ پر رو بقبلہ لٹایا جائے۔

جوہرۃ النیرۃ شرح قدوری میں ہے کہ اسی کا حکم فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جب بنو عبد المطلب میں سے ایک شخص مر گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے علیؓ! پوری طرح قبلہ کی طرف متوجہ ہونا اور سب پڑھنا بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اور اس کو پہلو پر لٹانا، نہ تو اوندھا کرنا اور نہ ہی چت لٹانا۔

اس حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلو پہ لٹانے کی تصریح فرمانے کے ساتھ ساتھ چت لٹانے کی ممانعت بھی صاف طور پہ بیان فرما دی ہے۔ جس سے بلاشک و شبہ کروٹ پر لٹانے کی مسنونیت ثابت ہوتی ہے اور چت لٹانے کا خلافِ سنّت ہونا بھی معلوم ہوا۔

مسندِ بزاز میں حضرت معاذ بن جبلؓ سے ایک لمبی روایت ہے۔ جس میں قبر کے اندر قرآن پاک کی شفاعت کا بھی تذکرہ ہے۔ اس کے آخر میں آپ نے فرمایا۔ کہ پھر فرشتے اسے قبر میں دائیں پہلو پر لٹا دیتے ہیں۔ اس حالت میں کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہوتا ہے۔ تحفۃ الملوک میں ہے کہ قبلہ کی طرف رخ کر کے اسے دائیں پہلو پر لٹایا جائے اور یہی سنّتِ جاریہ ہے بعض بزرگوں سے یہی معمول چلا آ رہا ہے غنیۃ المستملی میں ہے کہ میّت کو قبر میں دائیں پہلو پر قبلہ کی طرف متوجہ کیا جائے۔ یہی سنّت متوارثہ ہے۔ یعنی نسل در نسل یہی طریقہ چلا آتا ہے۔

درمختار میں ہے اور قبلہ کی طرف متوجہ کرنا واجب ہے۔ اور دائیں پہلو پہ ہونا اولیٰ ہے اور ایسے ہی ہے۔ نہر الفائق میں اور بحر الرائق میں اور عالمگیری میں اور شرح قدوری عبد الغنی میں اور سراجِ وہاج میں اور مستخلص الحقائق اور طوالع الانوار میں اور تتارخانیہ میں اور بدائع میں اور جامع الرموز میں اور ان کے علاوہ دوسری کتب حنفیہ میں نیز ایسے ہی ہے رفع الستر عن کیفیۃ ادخال و توجیہ الی القبلۃ فی القبر میں اور اسی کتاب میں یہ عبارت ہے کہ سونا دائیں پہلو پر رو بقبلہ حدیث شریف کے مطابق ایسے ہی ہو گا جیسے لحد میں ہوتا ہے۔

کشف الغطاء میں شیخ الاسلام نے لکھا ہے کہ کہ شرح منیہ میں کہا ہے کہ میّت مرد ہو یا عورت

میّت کو دائیں پہلو پر رکھا جائے قبلہ کی طرف رخ کرکے۔ ایسا ہی ہے خلاصۃ الفتاویٰ میں اور عنایۃ کے باب الجنائز کی ابتدا میں ہے اس کروٹ کے بل لٹانے پر روایات کا اتفاق لکھا ہے اور شرح منیہ میں کہا ہے کہ پیٹھ کے بل نہ رکھا جائے بلکہ میّت کو پس پشت مٹی یا کسی ایسی ہی چیز کا سہارا دے دیا جائے تاکہ میّت پلٹ کر چت نہ ہو جائے اور نہایۃ میں میّت کو قبلہ رُخ کرنے اور چت نہ لٹانے پر ایک حدیث بھی نقل کی ہے۔ اور "الدرر البہیہ" میں امام شوکانی رح نے کہا ہے کہ دائیں پہلو پر قبلہ رُخ رکھا جائے اور روضۃ الندیہ میں ہے کہ اس بارے میں مجھے کسی بھی عالم کا اختلاف معلوم نہیں گویا پوری دنیائے اسلام کے علماء بیک زبان کہتے ہیں۔ کہ میّت کو دائیں کروٹ پر رو بقبلہ لٹایا جائے اور فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ خود نبی کریم علیہ السلام بھی قبر شریف میں دائیں پہلو پر رو بقبلہ لیٹے ہوئے ہیں۔ اس وضاحت کے بعد تو کسی شخص کے لیے تردد کی ذرہ بھر گنجائش بھی باقی نہیں رہی کیونکہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عملی سنت بھی یہی ہے کہ آپ دائیں پہلو پر رو بقبلہ آرام فرما ہیں۔ فقط واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم۔ دکتبہ ابو سعید عفی عنہ

یہ فتوے فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ قرآن محل کراچی کے صفحہ ۲۲۹ و صفحہ ۲۳۰ پر عربی اور فارسی عبارات میں موجود ہے۔ میں نے عموماً ان کا صرف ترجمہ اور کہیں کہیں بقدر ضرورت اس کی تشریح کر دی ہے۔ اس فتوے پر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے علاوہ رام پور، مراد آباد، دیوبند اور گنگوہ شریف کے ۲۶ جیّد اور ماہر علماء کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں۔ درحقیقت یہ فتویٰ ان لوگوں کا نہیں جو ہمارے قریبی زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ یہ لوگ تو صرف ان فتاویٰ کے نقل اور تصدیق کرنے والے ہیں جو فقہ اسلامی کی ان عظیم کتابوں میں مرقوم ہیں جن کے نام آپ نے فتوے کے ذیل میں پڑھے ہیں۔ اس لیے کسی شخص کو یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ یہ فتوے کسی ایک گروہ کے علماء کا ہے بلکہ یہ فتوے تو تاریخ اسلام کے ان برگزیدہ علماء کا ہے جن کی فضیلت اور عظمت پر ہم سب متفق ہیں۔ اس لیے میں گذارش کروں گا کہ اب ایک مسئلہ معلوم ہو جانے کے بعد ہمارا فرض ہے کہ اپنے پرانے رسم و رواج پر اڑے نہ رہیں بلکہ اپنی میتوں کو دائیں کروٹ پر رو بقبلہ دفن کرکے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مردہ سنت کو زندہ کریں اور سو شہیدوں کا ثواب حاصل کریں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

مدارس عربیہ دینیہ کیلئے اہم اعلان

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دین کی بقا کا راز علوم دینیہ کی بقاء میں مضمر ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ علوم دینیہ کا سلسلہ جو کچھ بھی باقی ہے ان ہی مدارس عربیہ کی بدولت ہے۔

آج کل جہاں اس ملک اور ہر اسلامی ملک میں آئے دن عملی فتنے پیدا ہو رہے ہیں۔ یعنی جدید تمدن اور معاشرت کے راستہ سے جو فتنے آ رہے ہیں۔ ان سے زیادہ خطرناک وہ علمی فتنے ہیں جو مستشرقین یورپ اور ان کے شاگرد ان رشید کے ذریعہ اس ملک میں اور دیگر ممالک اسلامیہ میں پیدا ہو رہے ہیں خواہ وہ "ادارۂ ثقافت اسلامیہ" کے نام سے ہوں خواہ "ادارۂ تحقیقات اسلامیہ" کے نام سے۔ خواہ نیچریت ہو یا قادیانیت پرویزیت ہو یا خاکساریت ہو یہ سب شعوری یا غیر شعوری طور پر انہی اعداء اسلام کی ترجمانی کر رہے ہیں۔

اس خطرناک سیلاب کا اگر کچھ علاج ہو سکتا ہے تو یہی ہے کہ عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق ایسے محقق و ماہر علوم و فنون علماء تیار کیے جائیں جو اخلاص و تقوے کے ساتھ علمی مہارت تامہ بھی رکھتے ہوں اور جدید نسل کو ان کے لب و لہجہ اور انداز فکر میں افہام و تفہیم کی اہلیت بھی ہو۔

اس ملک میں جو دینی درسگاہیں قائم ہیں ان میں کچھ ایسی افراتفری اور فوضویت کار فرما ہے کہ اس کی وجہ سے ان مدارس کی پیداوار خاطر خواہ نتائج کی حامل نہیں رہی۔

آج سے تقریباً پندرہ سال قبل ہمارے اکابر مثلاً حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی، حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری مرحوم اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری وغیرہم جمع ہوئے اور انہوں نے بہت کچھ غور و خوض اور باہمی تبادلۂ خیال و مشورہ کے بعد جو اصلاحی تدبیر طے کی وہ یہ تھی کہ ان مدارس کو زیادہ تر مفید و مؤثر بنانے کے لیے ایک ایسا نظام قائم کیا جائے جس کے ذریعہ ان سب مدارس کا نصاب تعلیم نظام تعلیم ایک وحدت و وفاق میں منسلک ہو جائے۔ اور ان میں عصری تقاضوں کے پیش نظر اصلاح و ترمیم کا سلسلہ جاری رہے۔ اور ایک ایسی علمی جماعت کی تشکیل وقوع میں آئے جو ہمیشہ اس موضوع پر غور و خوض کرتی رہے اور مدارس کا آخری امتحان انہی کے اختیار و تصرف میں ہو۔ عمدہ سے عمدہ درسی کتابیں نصاب میں داخل ہوں اور بہتر سے بہتر ضرورت زمانہ کے مطابق نظام تعلیم و تربیت رائج کیا جائے چنانچہ اس سلسلہ میں ایک اہم قدم اٹھایا گیا اور ایک ادارہ کی تشکیل وجود میں آئی — جو

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

کے نام سے موسوم ہے جس میں اس وقت تک مغربی پاکستان کے ۱۷۱ مدارس عربیہ و مکاتیب دینیہ شامل ہو چکے ہیں اور فوقانی مدارس جن میں دورۂ حدیث شریف ہوتا ہے اور سند فراغت دی جاتی ہے۔ اس کا سالانہ آخری امتحان یونیورسٹی کے طرز پر کراچی سے پشاور تک ایک ہی تاریخ اور ایک ہی وقت میں وفاق کی نگرانی میں ہوتا ہے۔ امتحان کے مطبوعہ پرچے سربمہر لفافوں میں بند کرکے ہر مرکز میں عین وقت پر کھولے جاتے ہیں۔ وفاق کے مقرر کردہ ناظر امتحان کی نگرانی کرتے ہیں۔ اور جوابات کی کاپیاں اسی وقت طلبہ سے لے کر رجسٹرڈ پارسل کے ذریعہ مرکزی دفتر وفاق کو بھیج دیتے ہیں۔ اور دفتر ان کے نمبر تبدیل کرکے ممتحنین کے پاس بھیج دیتا ہے۔ ممتحنین تمام کاپیوں پر نمبر لگا لیتے ہیں اور ترتیب کے بعد شوال میں نتیجہ شائع کر دیا جاتا ہے۔ اور ذی الحجہ میں وفاق کی سند

سند الفراغ من العلوم العربیہ

صدر وفاق، ناظم اعلیٰ وفاق اور مہتمم مدرسہ کے دستخطوں سے تمام کامیاب طلبہ کو دی جاتی ہے ہر مدرسہ اپنی کل آمدنی میں سے ۵۰ پیسے فی صد چندہ وفاق کو دیتا ہے جو مجلس عاملہ و مجلس شوریٰ کے اجتماعات اور مصارف امتحان و مصارف دفتر پر خرچ ہوتا ہے اور بمشکل اس آمدنی سے پورے کیے جاتے ہیں۔

لیکن جو اصلی مقاصد وفاق سے وابستہ ہیں اور جس انداز سے کام کی ضرورت ہے۔ اس کے پیش نظر حسب ذیل شعبوں کے قائم کرنے کی شدید ضرورت ہے کہ وہ دراصل ثمرۂ وفاق ہوں گے۔

۱۔ شعبہ نشر و اشاعت۔ مطبع اور کتب خانہ کا قیام بھی اس میں شامل ہے۔

۲۔ شعبہ تربیت سند یافتگان وفاق، اس کے ذیل میں مذکورہ ذیل شعبے ہوں گے:

الف۔ شعبۂ تخصصات یعنی مختلف علوم و فنون

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

گذشتہ سے پیوستہ

غزواتِ نبوی کی مختصر تاریخ

۵ - غزوۂ خندق

بنو نضیر کو ان کی شرارتوں کی وجہ سے جلاوطن تو ضرور کیا گیا تھا مگر ساتھ ہی انہیں اجازت دے دی گئی تھی کہ وہ اپنا تمام اندوختہ اور زر و مال بھی لے کر چلے جائیں۔ اس احسان کا انہوں نے یہ بدلہ دیا کہ مدینہ سے نکل کر سیدھے خیبر پہنچے۔ اور اپنی جلاوطنی کے انتقام کی تدابیر سوچنے میں منہمک ہو گئے۔ اس قبیلے کے تین نامور اور ممتاز سردار حیؓ بن احطب، کنانہ بن الربیع اور سلام بن ابی تحصیق اپنی اولین فرصت میں قریش کے پاس پہنچے اور کہا کہ ہماری امداد و اعانت کا پختہ وعدہ فرمائیں تو ہم سعی و کوشش سے شمع اسلام کو گل کر کے رکھ سکتے ہیں۔ قریش فوراً آمادہ ہو گئے۔ ان کے آمادہ ہوتے ہی اڑوس پڑوس کے چھوٹے موٹے قبیلوں نے بھی آمادگی ظاہر کی اور یوں دیکھتے دیکھتے چوبیس ہزار کا ایک لشکر تیار ہو گیا۔ ابو سفیان کو اس فوج کا سپہ سالار بنایا گیا۔

جب یہ لشکر مسلمانوں سے لڑنے کے لیے نکلا تو جس طرف سے یہ گزرتا زمین دہل اٹھتی۔ پورے عرب میں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں کہ اب اسلام کا خاتمہ ہے۔ ایک ہزار اور چوبیس ہزار میں کوئی نسبت ہی نہیں تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس یلغار کی خبر سن کر لوگوں پر ایک دہشت سی طاری ہو گئی تھی۔ یہ واقعہ اپنی نوعیت کا انتہائی نازک اور خوفناک تھا۔

لیکن عزم و ثبات، صبر و استقلال اور ہمت و حوصلہ میں فخرِ دو عالمؐ ارضِ عالم میں جواب ہی نہ رکھتے تھے۔ آپؐ نے مسلمانوں کو مدینہ کے غیر محفوظ گوشہ کی طرف خندق کھودنے کا حکم دیا۔

حملہ ہوا۔ یہ وقت سخت مصیبت کا وقت تھا۔ دشمن بڑھ بڑھ کر حملہ کرتے تھے مگر خندق کو عبور نہ کر سکتے تھے۔ ایک دفعہ تو نمازِ عصر بھی قضا ہو گئی۔ عرب تو یہ سمجھ بیٹھے کہ ایک ہی ریلے میں مسلمانوں کو بہا لے جائیں گے۔ مگر محاصرہ نے طول کھینچنا شروع کر دیا۔ اس سے محاصرین میں گھبراہٹ اور اضطراب پیدا ہوا اوپر سے شدید آندھی آ گئی۔ اتنی شدید کہ چولھوں پر ہانڈیاں رکھنا مشکل ہو گیا۔ خیموں کو کھڑا رہنا دشوار تھا۔ چنانچہ محاصرین میں محاصرہ قائم رکھنے یا نہ رکھنے پر اختلاف رائے پیدا ہو گیا۔

۲۲ روز بعد وہ محاصرہ چھوڑ کر چلے گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت اسلام کی تباہی اور مسلمانوں کی بربادی میں کوئی شبہ نہ رہ گیا تھا وہ تو خدائے قدوس نے اپنے دین کی لاج رکھ لی۔ اس کامیابی سے مسلمانوں کی عظمت میں چار چاند لگ گئے اور سب مرعوب ہو گئے۔ تاریخ میں یہ جنگ غزوۂ خندق یا غزوۂ احزاب کے نام سے مشہور ہے۔

۶ - غزوۂ خیبر

مسلمانوں کی چوتھی اہم جنگ ۷ھ میں ہوئی تھی۔ یہ جنگ غزوۂ خیبر کہلاتی ہے ـــ خیبر یہودیوں کا سب سے بڑا مرکز تھا اور یہاں انہیں کافی قوت حاصل تھی۔ یہاں کی زمین بہت زرخیز تھی اور بستی قلعوں کا ایک گچھا سا تھی۔ مدینہ سے دو سو میل پرے یہ واقع تھی۔

اس غزوہ میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو شرکت سے روک دیا جو حدیبیہ نہیں گئے تھے۔ آپؐ کے ساتھ اس وقت صرف سولہ سو حضرات تھے۔ ان سولہ سو میں دو گھڑسوار تھے اور بیس خواتین زخمیوں کی خبر گیری کرنے آئی تھیں۔ آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں نے پہنچتے ہی خیبریوں کا محاصرہ کر لیا۔ چونکہ یہ قلعہ نہایت مضبوط اور قوی تھا۔ اس لیے دس روز کے محاصرے کے بعد فتح ہوا۔ اس پر بہت سے حملے کیے گئے۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے علم لے کر خیبریوں کا مقابلہ کیا اور خوب لڑے اور ناعم نامی ایک قلعے کو فتح کر لیا۔ حضرت خباب بن المنذرؓ نے تین روز سے خیبر کے قلعے صعب کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ وہ بھی ناعم کے ساتھ فتح ہو گیا۔ قلعہ صعب میں مکھن، چربی، روغن زیتون، کھجوریں اور چھوہارے، جو اور کپڑے وافر مقدار میں دستیاب ہوئے۔ مسلمانوں کے پاس رسد کی کمی تھی۔ وہ قلعہ صعب کے سامان سے جاتی رہی۔ قلعہ شکن آلات بھی کافی ہاتھ آئے۔ دوسرے قلعہ نطاۃ پر قبضہ ہو گیا لیکن قلعہ نطاۃ کا ایک حصہ پہاڑی پر واقع تھا اور اپنے بانی کے نام پر قلعۃ الزبیر کہلاتا تھا۔ ایک یہودی خود بخود لشکرِ اسلام میں آیا بولا میں اسے فتح کرنے کی ترکیب بتاتا ہوں۔ زمین دوز نالے کے ذریعے قلعے میں پانی جاتا ہے۔ اسے بند کر دو تو قلعۃ الزبیر فتح ہو سکتا ہے۔ ورنہ مہینوں لگ جائیں گے۔ چنانچہ پانی بند کر دیا گیا اور یہودیوں کو قلعہ سے باہر نکلنا پڑا۔ وہ ہار گئے تھے۔ اس کے بعد قلعہ شقّ کے دونوں حصے فتح ہو گئے۔

ایک قلعہ کسی طرح فتح نہ ہوتا تھا۔ بڑے بڑے صحابہؓ نے اسے فتح کرنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "کل علم اس شخص کے سپرد کیا جائے گا جس سے اللہ اور اس کا نبیؐ محبت کرتا ہے۔ اور کل اللہ تعالےٰ اسے فتح دے گا۔" یہ خاص علم حضرت عائشہؓ کی چادر سے بنایا گیا تھا۔ صحابہؓ منتظر تھے کہ دیکھیں وہ کون خوش نصیب ہے جسے آج فوج کی سالاری دی جاتی ہے۔ حضورؐ نے حضرت علی مرتضیٰ کو طلب فرمایا۔ اس کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر حضورؐ نے اپنا لعابِ دہن حضرت علیؓ کی آنکھوں پر لگایا۔ آنکھیں کھل گئیں اور درد جاتا رہا۔ ارشاد عالی ہوا "علیؓ! جاؤ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔

پہلے اسلام کی دعوت دو اور پھر لڑو۔ علیؓ! ایک آدمی بھی اس وقت تمہارے ذریعے ایمان لے آئے تو بے شمار مالِ غنیمت سے افضل ہے۔" رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو وہ مقدس علم عطا فرمایا اور فتح خیبر کے لیے روانہ کیا۔

قلعہ خیبر کا سردار ہزاروں بہادروں پر بھاری گنا جاتا تھا۔ وہ حضرت علیؓ کے مقابلے پر آیا۔ حضرت علیؓ نے تلوار کا ایک ہی ہاتھ ایسا مارا کہ ذوالفقارِ حیدری چھاتی چیرتی ہوئی گزر گئی۔ مرحب دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا۔ آپؓ نے اس کی گردن اس کے بدن سے علیحدہ کر دی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے عام حملے کا حکم دے دیا۔

یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیے اور صلح کی درخواست کی۔ حضورؐ نے ان کی درخواست منظور فرمائی۔ یہودیوں کی زمینیں انہی کے قبضے میں چھوڑ دی گئیں۔ نصف بٹائی ان سے لی جانے لگی۔ عبداللہ بن رواحہ جاتے اور پیداوار کو دو حصوں میں تقسیم کر کے یہودیوں سے کہہ دیتے کہ جو حصہ چاہو لے سکتے ہو۔ خیبر کی جنگ میں جو مالِ غنیمت ملا تھا اسے اس طرح تقسیم کیا گیا کہ سواروں کو پیادوں سے دگنا حصہ دیا گیا۔ حضور سرورِ کائنات پیدل تھے اس لیے آپؐ نے بھی عام لوگوں کی طرح ایک حصہ وصول کیا۔

غزوۂ حنین

ثقیف اور بنو ہوازن عرب کے دو نہایت نامور دولت مند اور بڑے قبائل تھے۔ ریاست و امارت میں یہ قریش سے ہمسری کا دعویٰ رکھتے تھے۔ اور اسلام کی روز افزوں قوت سے ان کو ڈر ہو چلا تھا۔ پہلے تو یہ دُور سے بیٹھے تماشہ دیکھتے رہے مگر فتح مکہ کے بعد صبر و ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا اور جنگ کی زبردست تیاریاں شروع کر دیں۔ آپ ۱۴ ہزار کا لشکر جرار لے کر ان کے مقابلے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ یہ ایک اتنی بڑی تعداد تھی کہ مسلمانوں کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا کہ آج کون ہے جو ہمارا مقابلہ کر سکے۔ خدا کو یہ غرور ناگوار گزرا پہلے ہی حملے میں مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے۔ اور آپ میدان میں تنہا رہ گئے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے کہ جہاں مسلمانوں کو ان کی غلطی کی سزا دینی تھی، وہاں دین کی لاج بھی رکھنی تھی۔ جو جاں نثار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد وپیش رہ گئے تھے۔ حضورؐ کے اشارہ سے انہیں آوازیں دی گئیں۔ ان آوازوں پر جو مسلمان جہاں تھے وہیں سے لوٹ پڑے۔ شدت کی جنگ ہوئی اور فضلِ الٰہی سے مسلمان کامیاب ہوئے۔ چھ ہزار قیدی گرفتار ہوئے۔ اور مال غنیمت تو اس کثرت سے ہاتھ آیا کہ اس کا کوئی شمار ہی نہ تھا۔ حنین کے شکست خوردہ مشرک بھاگ کر طائف کے قلعہ میں جمع ہوئے اور لڑائی کا سامان شروع کر دیا۔ اس لیے حنین سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے۔ تھوڑے دن قلعے کا محاصرہ کیا اور لوٹ آئے یہ واقعہ ۸ھ کا ہے۔

غزوۂ تبوک

تبوک مدینہ اور دمشق کے درمیان واقع ہے۔ ۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فوج کشی کی۔ اس کا باعث یہ ہوا کہ ۹ھ میں یہ خبر زور شور سے پھیل گئی کہ رومی بڑے ساز و سامان سے لیس ہو کر مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لیے آ رہے ہیں۔ لخم و جذام نامی عرب قبیلے بھی ان کے ساتھ ہیں۔ چونکہ مسلمانوں اور شامیوں میں پہلے بھی جنگ چھڑ چکی تھی اس لیے مسلمانوں کو اسے ہیچ سمجھنے میں تامل نہ ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیاری کا حکم دے دیا۔ اتفاق سے اس سال عرب میں سخت قحط تھا۔ گرمی بڑے غضب کی پڑ رہی تھی۔ اس لیے لوگوں کو نکلنا شاق گزر رہا تھا۔ منافقوں کو موقع مل گیا۔ انہوں نے خفیہ طور پر مسلمانوں کو روکنا شروع کر دیا۔ مسلمان یوں بھی تنگ دست تھے قحط نے ان کی حالت ناگفتہ بہ کر دی تھی۔ اس لیے آپؐ نے تمام قبائلِ عرب سے چندہ طلب کیا۔ متمول صحابہؓ نے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں۔ حضرت عثمانؓ نے تین سو اونٹوں سے مدد کی۔ پھر بھی بہت سے صحابہؓ ناداری کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے۔ آپؐ حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنا نائب بنا کر تیس ہزار صحابہؓ کو لے کر مدینہ سے شام روانہ ہوئے۔ قیصر روم کو پل پل کی خبر مل رہی تھی اس نے خیال کیا کہ یہ لوگ آدمی نہیں جن ہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی میں ان کا مقابلہ محال ہے۔ یہ سوچ کر اس نے مقابلہ کرنے کا خیال ترک کر دیا۔

لہٰذا جنگ تو نہ ہوئی البتہ ایک صحابیؓ نے شہادت پائی۔ یہ صحابیؓ تھے حضرت عبداللہؓ۔ جب حضورؐ تبوک جانے لگے تو حضرت عبداللہ نے عرض کیا کہ حضورؐ! دعا کیجیے کہ میں شہید ہو جاؤں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کسی درخت کی ذرا سی چھال لے آؤ۔ حضرت عبداللہ چھال لے آئے تو آپؐ نے وہ چھال حضرت عبداللہ کے بازو پر باندھ دی۔ اور فرمایا "کفار پر میں اس کا خون حرام کرتا ہوں"۔ حضرت عبداللہؓ نے عرض کیا۔ حضورؐ میں نے شہادت کی خواہش کی تھی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا "تم جہاد کی نیت سے چلو اور تمہیں بخار آ جائے اور تم مر جاؤ تو یہ بھی شہادت ہے"۔

تبوک میں حضرت عبداللہؓ کو بخار آیا۔ اور اسی میں انہوں نے وفات پائی۔ یہ غزوۂ تبوک کے اکیلے شہید تھے۔

حضورؐ نے تبوک میں بیس دن قیام فرمایا۔ اس دوران ایلہ رئیس یوحنا اور جربا اور اذرح کے عیسائیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر جزیہ دینا قبول کیا۔ دومۃ الجندل کا عرب سردار قیصر کے ماتحت تھا۔ آپؐ نے حضرت خالدؓ کو اس کے گرفتار کرنے کے لیے بھیجا انہوں نے جا کر اسے گرفتار کر لیا بعد میں اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری دینے کی شرط پر رہا کر دیا گیا۔ چونکہ تبوک میں رومیوں کی تیاری کی کوئی خبر نہ ملی۔ اس لیے بیس دن کے قیام کے بعد آنحضرت واپس تشریف لے آئے۔

غزوۂ بنی قینقاع

شوال ۲ھ میں ایک اتفاقی واقعے نے چنگاری کو اور بھڑکا دیا۔ ایک مسلمان بی بی بنی قینقاع کے محلے میں کسی کام سے گئی۔ انہوں نے اسے چھیڑ کر بے حرمت کیا۔ یہ دیکھ کر ایک مسلمان آپے سے باہر ہو گیا اور اس یہودی کو مار کر گرا دیا۔ یہودیوں نے اس مسلمان کو مار ڈالا۔ اس واقعہ نے ایک بلوے کی صورت اختیار کر لی۔ مسلمانوں نے ان کو بہت سمجھایا۔ مگر ان کو اپنے ہتھیاروں اور قلعوں پر اتنا ناز تھا کہ وہ صلح پر تیار نہ ہوئے۔ اب مسلمانوں کو ان سے نمٹنا ضروری ہو گیا تھا۔ لڑائی کا اعلان ہوا تو بنی قینقاع نے اپنا قلعہ بند کر کے مقابلہ کیا۔ مسلمانوں نے ان کے قلعہ کو گھیر لیا۔ اور پندرہ دن تک گھیرے رہے۔ مسلمانوں کی یہ طاقت دیکھ کر قلعہ والے گھبرا گئے اور آخر میں اس بات پر راضی ہوئے کہ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) جو فیصلہ کریں وہ ہمیں منظور ہے۔ عبداللہ بن ابی ان کا حلیف تھا اس نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ ان کی اتنی ہی سزا بہت ہے کہ وہ یہاں سے نکال دیے جائیں۔ آپؐ نے منظور فرمایا اور بنی قینقاع بھی اس پر رضامند ہو گئے اور اپنی ساری جائیدادیں چھوڑ کر ملک شام چلے گئے۔

بقیہ: مدارس عربیہ دینیہ

میں خصوصی مہارت اور تحریر و تقریر کی قدرت تامہ پیدا کرنے کی تربیت۔

ب۔ شعبہ تصنیف و تالیف: یعنی عہد حاضر کے دینی تقاضوں کے مطابق محققانہ علمی مقالات و کتب شائع کرنا۔ ماہوار رسالہ کا اجرا بھی اس میں شامل ہے۔

ج: شعبہ تدریس، یعنی جامع العلوم والفنون اساتذہ پیدا کرنا۔

د: شعبہ امامت و خطابت: یعنی مستند علماء کو قرأت اور وعظ و تقریر کی مشق کرا کے عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق مستند ائمہ و خطباء تیار کرنا۔

اور ساتھ ساتھ ہماری کوشش یہ بھی ہے کہ فضلاء وفاق المدارس کی سند کو ایم اے کا مساوی درجہ دلایا جائے تاکہ ملک میں دینیات اور اسلامیات کے معلم اور لیکچرار حضرات کی کمی اور خلا کو پُر کیا جا سکے۔

انہی مقاصد کے پیشِ نظر ہم تمام مدارس اسلامیہ سے گزارش کرتے ہیں کہ جلد از جلد وفاق المدارس کی ممبری اختیار فرما دیں۔ جو حضرات پہلے سے ممبر ہیں وہ اپنے سابقہ بقایا جات کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہوں اور نئے حضرات اپنے مدارس کا الحاق فرمائیں۔

فارم الحاق مولوی محمد انور شاہ صاحب نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان سے طلب کریں۔

(مولانا مفتی) محمود عفا اللہ عنہ

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان۔ ملتان

قسط ۲

دینِ اسلام اور سیاست

عبدالرحمٰن لودہانوی، شیخوپورہ

سیاست اُس طاقت اور اُن طریقوں کا نام ہے جن کے ذریعہ ملکوں کا انتظام کیا جاتا ہے۔ ہیئتِ حاکمیہ کی تشکیل اور اس کے برسرِ اقتدار لانے کے طریقے بھی سیاست میں شامل ہیں۔

از روئے قرآن اسلامی حکومت کا مقصد اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا ہے اور اسی میں بنی نوع انسان کی فلاح و بہبودی بھی مضمر ہے۔ خلیفہ حکومت مقصود بالذات کوئی چیز نہیں ہے۔ مقصد اور نصب العین اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا ہے۔ شیطان کی ایجاد کردہ تہ غلبوں اور تحریکوں کو کچل کر اللہ تک پہنچنے کا راستہ اس کے بندوں کے لیے صاف کرنا اصلی مقصد اور حقیقی نصب العین اسلامی غلبہ اور اقتدار کا ہے۔ اگر یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے تو دنیا امن و سلامتی کا گھر اور خوشحالی کا مسکن بن جاتی ہے۔

مخبرِ صادق (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے "آخرت کی نیت سے کام کرنے والوں کو اللہ یہ دنیا بھی عنایت فرماتا ہے۔ لیکن اس دنیا کی نیت سے کام کرنے والوں کو آخرۃ کے انعاموں سے محروم رکھتا ہے"۔

قرآنی سیاست دو چیزوں سے مرکب ہے پہلی چیز نیکی، دوسری چیز طاقت۔ قرآن کی متعدد آیات میں ایمان والوں پر اللہ تعالیٰ نے جماعت بن کر عبادت کرنا اور جماعت بن کر دنیا میں رہنا واجب کر دیا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ تم پر جماعتی زندگی فرض ہے اور امیر کا حکم سننا اور اس کی اطاعت کرنا بھی فرض ہے اور جو جماعت سے خارج ہوا وہ جہنم رسید ہوا۔

جماعت بغیر اسلام کے جماعت ہی نہیں ہے۔ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں ۱۳ سال مومنوں کو کتاب اللہ اور حکمت کی تعلیم دی۔ اُن کے نفوس کا تزکیہ کیا۔ پھر ہجرت کا حکم دیا۔ جب ہجرت ہو گئی تو تاسیس جماعت کے لیے سلسلۂ مواخات قائم کیا۔ جب جماعت قائم ہو گئی تو اللہ نے اپنے دین کو بلند کرنے کے لیے جماعت کا حکم دیا۔

قرآنی سیاست کا مطمحِ نظر محض غلبہ اور اقتدار یا محض قیامِ حکومت و سلطنت نہیں ہے بلکہ خدا کے بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں لانے، کمزوروں کو طاقت ور بنانے، بھوکوں کو روٹی دینے، ننگوں کو لباس پہنانے، غلاموں کو آزاد کرانے اور اللہ کے حکم و قانون کو بلند کر کے شیطان کی پیدا کی ہوئی طاقتوں کو شکست فاش دے کر اللہ کی پیدا کی ہوئی دنیا کو اللہ کے بندوں کے لیے جنت بنانے کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔

حکم قرآن اور صرف قرآن کا ہے۔ اللہ تعالیٰ قانونِ قدرت کو تمہاری ساری زندگی پر نافذ کرنا چاہتا ہے۔

جو شخص اللہ تعالےٰ کے نازل کیے ہوئے قانون کے ساتھ حکم نہیں کرتا وہ فاسق ہے وہ ظالم ہے اور کافر ہے۔ (۵ - ۴۴ تا ۴۷)

اقوامِ عالم کے مقابلہ میں مسلمان مخصوص قرآنی اصولوں، مخصوص اسلامی روایات، مخصوص تمدن و معاشرت اور مخصوص معیشت اور سیاست کے حامل ہیں۔ اسلامی زندگی کے لیے قرآن و سنت اور سلف صالحین کی روایات نے ایک قالب تیار کر دیا ہے جو اس امت کے لیے مخصوص ہے۔

اولی الامر یعنی حاکم پر واجب ہے کہ وہ ان تمام لوگوں کو فریضۂ صلوٰۃ کا حکم کرے جو اس کے زیرِ فرمان ہوں اور تارکِ نماز کو شکنجۂ عذاب میں کس دے۔ اسی طرح ان لوگوں سے بھی مقابلہ کیا جائے جو زکوٰۃ، روزہ وغیرہ کے تارک ہوں۔

دوزخ کی آگ سے ڈرو، غریبوں اور مسکینوں کو اپنے جور و ظلم کا تختۂ مشق نہ بناؤ۔ خود نمازیں ادا کرو اور اپنے زیرِ فرمان لوگوں کو ان عبادات کی ادائیگی کا حکم دو۔ اسلامی فرائض اور واجبات سے منکر اور ان کی توہین کرنے والوں سے مجادلہ و مقاتلہ کرو اور میدانِ جنگ میں مسلمانوں کے قائد ہو۔

اے مسلمانوں کے حاکمو اور سردارو! تم اس لیے مسلمانوں کو سپاہی بنا کر مسلح نہیں کرتے کہ وہ ظلم اور جور برداشت نہیں کریں گے۔ یاد رکھو تم اور تمہارے ساتھی جہنم کا ایندھن بنیں گے جہاد تم پر فرض کیا گیا ہے۔ جس شخص کے دل میں ولولۂ جہاد نہیں وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔

اگر تمہارے حاکم اور سردار ظالم ہیں اور تم کو حربی قوت جمع کرنے نہیں دیتے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا ذریعہ ہے تو تم ایسے حاکم اور سردار تلاش کرو جو قرآن پر عمل کرتے ہیں تمہارے ممد اور مددگار رہیں۔ اگر تم خاموشی سے یہ ظلم سہتے رہو گے تو ظالم حاکموں اور سرداروں کے ساتھ تم بھی اللہ کے عذاب کی لپیٹ میں آ جاؤ گے۔

اللہ تعالےٰ نے حکام پر رعایا کی حاجات کو پورا کرنا واجب کر دیا ہے۔ لیکن اگر وہ رعایا کی شکایات دور کرنے اور حاجات بر لانے کی بجائے الٹا ان سے ہدیے اور نذرانے وصول کریں تو وہ آخرت کے بدلہ دنیا کے خریدار ہوں گے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہو گا۔

ارشادِ حق سبحانہٗ وتعالےٰ

"خبردار! اللہ ہی کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم کرنا۔ اس نے حکم دیا ہے کہ سوائے میرے کسی کی عبادت نہ کرو اور کسی کے بنائے ہوئے قانون کی بھی اطاعت نہ کرو لیکن بہت لوگ نہیں جانتے" (۱۲:۴۰)

توحیدِ خالص کے راستہ میں کوئی ایچ پیچ نہیں ہے سیدھی اور صاف سڑک ہے جس پر چل کر بے کھٹکے خدا تک پہنچتا ہے۔

دنیا دو متقابل فوجوں اور لشکروں کی رزم گاہ ہے۔ ایک طرف عباد الرحمٰن ہیں اور دوسری طرف عباد الشیطان۔ نیکی اور بدی کی جنگ قیامت تک جاری رہے گی۔ ایک فوج کا قائد خلیل ہے تو دوسری طرف کا سپہ سالار نمرود۔ ایک کو موسیٰؑ میدانِ جنگ میں لڑا رہا ہے تو دوسری کو فرعون، ایک چراغِ مصطفوی ہے تو دوسری طرف شرارِ بولہبی ہے۔ چراغِ مصطفوی کے پروانے سوداگر نہیں ہوتے جو دوسروں سے نفع کماتے ہیں اللہ کی راہ میں سب کچھ لٹانا ہی ان کی سوداگری ہے۔

نیکی انفرادی ایمان اور اعمالِ صالحہ کا نتیجہ ہے اور قوت و طاقت قرآن کی ہدایت کے ماتحت قیامِ جماعت کا ثمرہ ہے۔

خلافت از روئے قرآن خدا پرستی اور نیک عملی کی زندگی کا انعام ہے جو اللہ کی بارگاہ سے خدا پرست اور نیک بندوں کو ملتا ہے۔

قرآنی ضابطۂ حیات و دستورِ زندگی میں دو مصلحتیں ہیں۔ آخرت کی سرخروئی اور دنیا کی کامیابی۔

۱۔ حضرت عبادہ ابن صامت رضؓ کہتے ہیں — حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عزیز اور غیر عزیز میں حد جاری کرو۔ خدائی حدود میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کرو۔

۲۔ حضرت ابن عمر رضؓ کہتے ہیں کہ نبی اقدس

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ خدا کی حدود کا قائم کرنا شہروں میں چالیس روز بارش ہونے سے زیادہ اچھا ہے۔

چور کے ہاتھ کاٹے جائیں۔ کنوارے زانی کو سو کوڑے لگائے جائیں۔ شادی شدہ کو سنگسار کیا جائے۔ خدا کی حدود میں کسی کی سفارش نہ کی جائے۔ شراب کی حد میں چالیس جوتے اور چالیس بید لگائے جائیں۔

(مشکوٰۃ باب امارت)

۳۔ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ جب امانت ضائع کی جانے لگے تو اس وقت قیامت کا انتظار کرو۔ لوگوں نے پوچھا اس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ جب کسی کام کو نااہل کے سپرد کیا جائے تو اس کے بعد قیامت کا انتظار کرو۔

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ۝ (۱۲ : ۵۵)

ترجمہ: حضرت یوسفؑ نے مصر کے بادشاہ کو کہا کہ مجھ کو ملک کے خزانوں پر مقرر کر۔ میں خوب جاننے والا نگہبان ہوں۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر میں حاشیۂ قرآن پر لکھتے ہیں۔

"میں دولت کی حفاظت بھی پوری طرح کروں گا اس کی آمد و خرچ کے ذرائع اور حساب و کتاب سے خوب واقف ہوں۔ یوسفؑ نے خود درخواست کرکے مالیات کا کام اپنے سر لیا تاکہ اس ذریعہ سے عامۂ خلائق کو پورا نفع پہنچا سکیں۔ خصوصاً آنے والے خوفناک قحط میں نہایت خوش انتظامی سے مخلوق کی خبر گیری اور حکومت کی مالی حالت کو مضبوط رکھ سکیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام دنیا کی عقل بھی کامل رکھتے ہیں اور یہ کہ ہمدردیٔ خلائق کے لیے مالیات کے قصوں میں پڑنا نبوت یا بزرگی کے خلاف نہیں سمجھتے۔ نیز ایک آدمی اگر نیک نیتی سے یہ سمجھے کہ فلاں منصب کا میں قابل ہوں اور دوسروں سے یہ کام اچھی طرح بن نہ پڑے گا تو مسلمانوں کی خیر خواہی اور نفع رسانی کی غرض سے اس کی خواہش یا درخواست کر سکتا ہے اور اگر حسبِ ضرورت اپنے بعض خصائلِ حسنہ اور اوصافِ حمیدہ کا ذکر کرنا پڑے تو یہ ناجائز مدح سرائی میں داخل نہیں ہے۔

ارشاداتِ نبویؐ

۱۔ حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں بادشاہوں کا مالک ہوں اور تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہوں اور بادشاہوں کے قلوب میرے ہاتھ میں ہیں۔ اگر میرے بندے میری اطاعت کرتے ہیں تو میں بادشاہوں کے دل ان کے لیے نرم کر دیتا ہوں۔ جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں ان کے دل سخت اور غصہ والے کر دیتا ہوں۔ جس کی وجہ سے وہ ان کو سخت عذاب چکھاتے ہیں۔ لہٰذا تم لوگ بادشاہوں پر بددعا کرنے میں مشغول نہ ہو بلکہ اپنے نفسوں کو ذکر اور تضرع کی طرف مائل کرو تمہاری جانب سے میں بادشاہوں کو کافی ہوں۔"

۲۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میرے دادا ابوموسیٰ اور حضرت معاذؓ کو رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی جانب روانہ ہوتے ہوئے فرمایا۔ "سہولت سے کام لینا، سختی نہ کرنا اور اختلاف نہ ڈالنا۔"

۳۔ حضرت عوف ابن مالکؓ کہتے ہیں۔ رسولِ اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ "تم لوگوں کے وہ امام بہتر ہیں کہ تم ان کو محبوب رکھتے ہو، اور وہ تم کو محبوب رکھتے ہوں وہ تمہارے واسطے بہتری کی دعا کرتے ہوں اور تم ان کے واسطے بہتری کی دعا کرتے ہو اور تمہارے شریر حاکم وہ ہیں جو تم کو برا سمجھیں اور تم ان کو برا سمجھو۔ وہ تم پر بددعا کریں اور تم ان کے واسطے بددعا کرو۔ ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم ان سے جنگ نہ کریں۔ حضورؐ نے فرمایا جب تک وہ نماز گزار ہیں ایسا نہیں کرنا۔ سنو! اگر تم پر کوئی حاکم بنایا جائے اور کسی معصیت کے کام کو کرے تو تم اس کو دل سے برا سمجھو لیکن اطاعت میں کمی نہ کرو۔

حضرت ام حصینؓ کہتی ہیں کہ حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اگر تم پر کشمش کی طرح سر والا حبشی غلام بھی حکومت کرے تو اس کی اطاعت کرو بشرطیکہ وہ کتاب اللہ کے موافق تم پر حکم کرے خواہ وہ نکٹا اور کان کٹا بھی ہو تو تم اس کی اطاعت کرو۔"

خدا کے فضل سے پاکستانی آئین منظور ہو گیا ہے اب اس کو نافذ کرنے کے لیے سیاست درکار ہے۔ لہٰذا یہ بات ثابت ہو گئی کہ دینِ اسلام اور سیاست ایک دوسرے کے جزو لاینفک ہیں۔ لہٰذا علماء دین اور صوفیائے کرام کا اولین فرض ہے کہ خدمتِ دینِ الٰہی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائیں۔ ان کے دل و دماغ دینِ الٰہی کی نشر و اشاعت میں مصروف رہیں۔ ان کی قوتِ گویائی اعلائے کلمۃ اللہ میں صرف ہو۔ اور ان کی قوتِ شنوائی مرضیاتِ الٰہیہ کی طرف متوجہ ہو۔ حضرات کتاب و سنت کو اپنی زندگی کا مقصد قرار

۴۔ دیں اور اپنے اوقاتِ عزیزہ اس کام کے لیے وقف کر دیں خدا خود ان کی ضروریات کا کفیل ہو جائے گا۔

فانی مراد آبادی کی اچانک موت

یہ خبر نہایت صدمے اور افسوس کے ساتھ سنی جائیگی کہ پاکستان کے معروف شاعر اور قومی کارکن حافظ محمد ایوب فانی مراد آبادی کلرک زرعی یونیورسٹی لائلپور گزشتہ دنوں ۸ رمئی ۱۹۷۳ء کو دل کا دورہ پڑنے سے داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

فانی مراد آبادی کے والد ماجد مولانا محمد یوسف مراد آبادی ۲ مارچ ۱۹۷۳ء کو فوت ہوئے تھے اور قریباً ایک ماہ بعد ان کے ہونہار فرزند فانی مراد آبادی بھی ان سے جا ملے۔ یہ دونوں حضرات جامع مسجد لائلپور کے سابق خطیب مولانا مفتی محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی رشتہ دار تھے اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین اور خصوصی متعلقین میں سے تھے۔

فانی مراد آبادی نے کچھ عرصہ پیشتر "ہندو شعراء کا نعتیہ کلام" کے عنوان سے ایک تاریخی کتاب شائع کرکے علمی حلقوں سے خوب داد حاصل کی تھی۔ اس کتاب میں ان تمام غیر مسلم ہندو شاعروں کا کلام درج کیا گیا ہے۔ جنہوں نے حضور خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں نذرانۂ عقیدت و محبت پیش کیا ہے۔

فانی مراد آبادی کتاب کے دوسرے حصے کی اشاعت کا اہتمام کر رہے تھے کہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

فانی مراد آبادی نے خدام الدین کے مدنی نمبر کے لیے ایک شاندار مضمون لکھا جس کی کتابت ہو گئی ہے۔ اور انشاء اللہ مدنی نمبر کی زینت بنے گا۔

فانی مراد آبادی کے ناگہانی انتقال پر ہر ایک کو دلی صدمہ ہے ان کے پسماندگان میں چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ اور ابھی زیر تعلیم ہیں۔

فانی مراد آبادی زرعی یونیورسٹی لائلپور میں اپنے دفتر کا کام کر رہے تھے کہ فرائض منصبی ادا کرتے ہوئے عارضۂ قلب میں مبتلا ہو گئے اور گھر بھی ان کی لاش پہنچ سکی۔

اربابِ حکومت کی خدمت میں گزارش ہے کہ فانی مراد آبادی کے پسماندگان کے لیے معاشی وسائل کا انتظام کرتے ہوئے زرعی اراضی انہیں عطا کی جائے یا کم از کم ماہانہ وظیفہ دے کر بچوں کی تعلیم اور گزر اوقات کا اہتمام کیا جائے۔

فانی مراد آبادی کے سانحۂ ارتحال پر ہم سب اشکبار ہیں اور پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر و استقامت عطا کرے۔ آمین (ادارہ)

مراسلات

کتابتِ قرآن پاک میں اغلاط

مکرمی تسلیم - گذشتہ دنوں اخبارات میں مولانا کوثر نیازی صاحب وزیر حج و اوقاف کا ایک بیان قرآن پاک کی طباعت کے سلسلے میں شائع ہوا جسے پڑھ کر ازحد خوشی ہوئی کہ حکومت نے ایک اہم مسئلے کی طرف توجہ دی ہے - قرآن پاک جو پاکستان میں شائع ہو رہے ہیں وہ اغلاط سے پُر ہیں۔ کشمیری بازار کے ناشران قرآن سے لے کر تاج کمپنی، فیروز سنز، ملک دین محمد وغیرہ کے طبع شدہ قرآن پاک کوئی بھی غلطیوں سے مبرا نہیں ہے۔ جتنی بے حرمتی خصوصاً کشمیری بازار کے ناشرانِ قرآن نے کی ہے شاید دنیا کے کسی ملک نے بھی نہ کی ہو گی - ایک بار لیتھو پر قرآن پاک کی کتابت کرائی پھر انہی پلیٹوں پر ایک بار نہیں سینکڑوں بار قرآن طبع ہوتے رہے۔ لفظوں کے لفظ غائب، اعراب غائب، انتہائی بدصورت چھپائی - سستے اور ردی قسم کے کاغذ پر قرآن چھپتے ہیں - مولانا کوثر نیازی صاحب نے اس سلسلہ میں جو قدم اٹھایا ہے وہ قابل مبارکباد ہے بشرطیکہ اس پر عمل ہو۔ میں حکومت کی توجہ مندرجہ ذیل کوائف کی طرف مبذول کراتا ہوں -

۱- عربی زبان میں الف سے لے کر ی تک کل ۲۸ الفاظ ہیں مگر ہر ناشر جس نے عربی قاعدہ یا قرآن طبع کیا ہے سب نے انتیس الفاظ لکھے ہیں - قاعدہ یسرنا القرآن کے مصنف قاری محمد اسمٰعیل صاحب افضل مرحوم سے جب میں ملا تو میں نے ان سے کہا کہ جناب قاری صاحب! عربی کے الفاظ تو ۲۸ ہیں مگر آپ نے اپنے قاعدہ میں ۲۹ الفاظ کیوں لکھے جب کہ عربی میں یائے مجہول (ے) کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔ یائے مجہول (ے) تو اردو اور فارسی میں استعمال ہوتی ہے تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ کتابت کی غلطی سے یائے مجہول (ے) لکھی گئی ہے۔ آئندہ اشاعت پر تصحیح ہو جائے گی مگر سالہا سال گزر گئے۔ قاری صاحب موصوف وفات پا گئے مگر یائے مجہول اسی طرح چھپ رہی ہے -

ناشرانِ قرآن (سو فیصد) نہ تو عالم ہیں اور نہ ہی عربی زبان جانتے ہیں - وہ تو صرف روپیہ کمانا جانتے ہیں کہ ایک روپیہ کے دس کیسے بنیں - رہے کاتب حضرات تو وہ بھی آج کل مغربی تعلیم ہی کے دلدادہ ہیں - پہلے کاتب حافظ اور عالم ہوا کرتے تھے مگر یہ بھی زمانے کی رو میں بہہ گئے ہیں - اور اب کاتب حضرات نے قرآن پاک میں بکثرت یائے مجہول (ے) لکھنی شروع کر دی ہے - مثلاً سورہ بقرہ آیت ۵ میں "ھُدًے" یائے مجہول (ے) سے لکھا جا رہا ہے - حالانکہ "ھُدًی" یائے معروف (ی) سے ہونا چاہیے - اسی طرح سورۂ بقرہ آیت ۸۵ میں "اسرٰے" یائے مجہول (ے) سے لکھا گیا ہے حالانکہ "اسرٰی" یائے معروف (ی) سے ہونا چاہیے اس قسم کی غلطیاں ہر قرآن پاک میں سینکڑوں کی تعداد میں ہیں - کاتب حضرات کو یائے معروف (ی) کا دائرہ بنانا پڑتا ہے اور یائے مجہول (ے) کو آسانی سے بنا لیا جاتا ہے - لہٰذا یہ غلطی دن بدن عام ہو رہی ہے -

اسی طرح میں ایسے کاتبانِ قرآن کو جانتا ہوں کہ قرآن پاک کی کتابت کر رہے ہیں اور حقہ ان کے منہ میں گڑ گڑ کر رہا ہے - اور بعض کاتب گرمیوں کے موسم میں کپڑے اتار دیتے ہیں اور ایک ردی قسم کی میلی کچیلی دھوتی باندھ کر گھٹنے ننگے کیے ہوئے صرف برائے نام اپنی شرم گاہ کو ڈھانپے ہوتے قرآن پاک لکھ رہے ہیں - افسوس اور صد افسوس - اللہ تعالیٰ کے کلام کی کس قدر توہین ہو رہی ہے - میں نے اپنے گاؤں میں (قبل تقسیم ہند) سکھوں کو بار بار دیکھا کہ جب وہ گرنتھ صاحب کو ایک مقام سے دوسری جگہ لے جاتے تھے تو ایک سکھ گرنتھ صاحب کو سر پہ اٹھاتا تھا اور وہ ننگے پاؤں ہوتا تھا اور دوسرا سکھ گرنتھ صاحب کو مور چھل کرتا جاتا تھا تاکہ اس پر کوئی مکھی نہ بیٹھے یہ بھی ننگے پاؤں تھا - اللہ اکبر - گرنتھ صاحب ایک انسان کا کلام ہے اور اس کی سکھ حضرات کس قدر عزت کرتے ہیں اور ایک ہم ہیں کہ اللہ کے کلام کی کس قدر توہین کرتے ہیں - اور پھر مسلمان کے مسلمان - ہمارے ہاں نہ کاتب کتابت کے دوران باوضو ہوتے ہیں اور نہ عزت کرتے ہیں اور نہ ہی ناشر نہ ہی دفتری (جلد ساز) - ریڑھوں کے اوپر قرآن پاک کے فرمے پریس سے لے جاتے ہیں - اور ریڑھے والا اوپر ایک بوری رکھ کر مزے سے بیٹھ جاتا ہے - ان مسلمانوں سے تو مطبع نولکشور لکھنؤ کا ہندو مالک ہی اچھا تھا جو قرآن کی طباعت کے سلسلہ میں بہت عزت اور احترام کراتا اور کرتا تھا - پروف نیچے نہیں گرنے دیتا تھا قرآن پاک کے پروفوں کو یا وہ کاغذ جو چھپائی کے دوران خراب ہوتے تھے نیچے نہیں پھینکنے دیتا تھا بلکہ باقاعدہ ایک صندوق میں ان کو عزت اور احترام سے رکھتا تھا اور چھپائی کے بعد جب پتھر صاف کیے جاتے تھے تو وہ پانی بھی حفاظت سے رکھتا تھا اور زمین پر نہیں گرنے دیتا تھا اور اس نے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ سارا پانی سنبھال کر دریا میں ڈال دیا جاتا تھا - اسی طرح اخبارات کے خاص ایڈیشنوں میں قرآن پاک کی آیتیں چھپتی ہیں - پھر یہ اخبارات ردی کی دکانوں میں فروخت ہو جاتے ہیں اور وہاں سے دکاندار لیتے ہیں اور سودا سلف کی پڑیاں باندھ کر لوگوں کو دیتے ہیں اور پھر یہ کاغذ گلی کوچوں میں اور گندگی کے ڈھیروں میں پڑے ملتے ہیں - اور اب ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا ہے - وہ یہ کہ ۳۰×۴۰ کے پوسٹر مذہبی جلسے جلوسوں کے موقع پر شائع ہوتے ہیں - عمدہ کتابت اور خوبصورت رنگ برنگی چھپائی سے مزین قرآن پاک کی آیتیں طغریٰ کی صورت میں کاتب لکھتے ہیں اور پھر یہ پوسٹر دیواروں پر چسپاں ہوتے ہیں اور دوسرے دن بچے ان کو پھاڑ پھاڑ کر گلی کوچوں میں پھینک دیتے ہیں -

۲- فیروز سنز کا چھپا ہوا ایک قرآن پاک ہے جس میں سورۂ فاتحہ کے بعد "آمین" لکھی ہوتی ہے - حالانکہ آمین نہ آیت ہے اور نہ ہی کسی آیت کا کوئی ٹکڑا - فیروز سنز والوں نے جدت کی اور قرآن مجید میں ایک لفظ کا اضافہ کر دیا - اس سلسلہ میں نہ تو (میری معلومات کے مطابق) علمائے کرام کے کانوں پر جوں رینگی اور نہ ہی کسی حافظ صاحب نے یا کسی اور نے اس پر اعتراض کیا، کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ متحدہ ہندوستان سے لے کر اب تک لفظ آمین باقاعدہ چھپ رہا ہے -

۳- آخر میں مولانا کوثر نیازی صاحب کی توجہ ایک اور اہم ناشر کی طرف مبذول کرائے بغیر نہیں رہ سکتا جو غالباً سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار کا ہے - اس شخص نے قرآن پاک کو "روشن چراغ" کا نام دے کر صرف اردو میں شائع کیا ہے اور سالہا سال سے یہ "روشن چراغ" شائع ہو رہا ہے اس "روشن چراغ" میں عربی کا ایک لفظ بھی نہیں ہے - صرف اردو میں قرآن پاک کا ترجمہ ہے اور فروخت کرنے والے اسے قرآن پاک کے نام سے فروخت کرتے ہیں حالانکہ "روشن چراغ" کے خلاف علمائے کرام فتوے دے چکے ہیں کہ اسے قرآن سمجھنا یا قرآن سمجھ کر تلاوت کرنا یا ثواب حاصل کرنے کی خاطر پڑھنا وغیرہ سب ناجائز ہے - مگر ناشر نے تو روپیہ کمانا ہے اس نے چودہ سو سال کے بعد غالباً پہلی بار صرف اردو میں قرآن چھاپا اور یہ فخر کشمیری بازار کو حاصل ہوا - حالانکہ قرآن پاک تو وہی ہے جو عربی میں ہے اور نبی آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور خود اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا - "بے شک ہم نے نازل کیا قرآن عربی میں تاکہ تم عقل پیدا کرو" (سورہ یوسف آیت ۲ پ ۱۲) اب عربی کے علاوہ جو چیز ہو گی وہ قرآن نہیں ہے اور نہ اس کا ثواب ہے -

کیا مولانا کوثر نیازی صاحب "روشن چراغ" پر پابندی لگائیں گے؟ اب تو ان کے علم میں یہ بات آگئی ہے اور وہ اعلان کر چکے ہیں کہ قرآن پاک کی طباعت کے سلسلے میں اہم قدم اٹھایا جا رہا ہے۔ لیکن قارئین کرام سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ وہ قرآن کریم کی اشاعت کے سلسلے میں ناشران جو دھاندلیاں کر رہے ہیں آواز اٹھائیں اور اپنی آواز کو حکومت تک پہنچائیں اور اگر بالفرض نہ حکومت نے توجہ کی اور نہ عوام نے آواز بلند کی اور قرآن پاک کی اس طرح بے حرمتی ہوتی رہی تو پھر جلد یا بدیر اللہ کی طرف سے عذاب آئے گا اور اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں چھڑا سکے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن پاک کی عزت و احترام کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

(محمد عبداللہ احمد اختر خوشنویس مرکنٹائل پریس چیمبرلین روڈ لاہور)

(روزنامہ امروز ۳ مئی ۱۹۷۳ء)

لاؤڈ سپیکر کا غلط استعمال

کچھ عرصہ سے شہروں، دیہاتوں اور دیگر قصبوں میں عام تقریبات پر لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ نہایت فحش فلمی گانوں کی ریکارڈنگ کرنے کا رجحان ترقی پذیر ہے۔ شادی۔ بیاہ۔ منگنی۔ ختنہ اور دیگر تقریبات پر دن رات کھلے بندوں ریکارڈنگ کی جا رہی ہے۔ برات والی بسوں کے اوپر لاؤڈ سپیکر نصب کر کے فلمی گانوں کا رواج عام ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے لوگوں کے شہری بنیادی حقوق پامال ہو رہے ہیں۔ دن کا آرام اور رات کا سکون برباد ہو گیا ہے۔ بیماروں، طالب علموں، ملوں کے مزدوروں اور دماغی کام کرنے والوں کو سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ بیاہ شادی پر کئی کئی روز دن رات ریکارڈنگ کی جاتی ہے اور منعقدہ تقریب کی جگہ سے چاروں طرف کئی کئی میل آبادی کو پریشان کیا جاتا ہے۔ محکمہ پولیس اور دوسرے محکمے خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں حالانکہ یہ جرم قابل دست اندازی پولیس ہے۔ جو کنٹرول لاؤڈ سپیکر آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۵ء کی دفعہ ۳ کے تحت قابل سزا ہے جس پر ایک ماہ قید یا دو سو روپیہ جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔ اور لاؤڈ سپیکر بھی ضبط ہو سکتا ہے۔ اسی طرح سینماؤں کی فلمی پبلسٹی بھی لاؤڈ سپیکر کے ساتھ متذکرہ آرڈیننس اور سینما لائسنس کی دفعہ ۱۰ کے تحت قابل جرم ہے جس پر سینما کا لائسنس منسوخ ہو سکتا ہے۔ ہوم سیکرٹری پنجاب سے اپیل ہے کہ اس برائی کا مکمل خاتمہ کیا جائے۔ لاؤڈ سپیکر پر فلمی گانوں کی ریکارڈنگ بند کرانے کے لیے نزدیک تریں پولیس چوکی میں رپٹ درج کرائیں بصورت دیگر اسسٹنٹ کمشنر یا دوسرے اعلیٰ احکام

سے رجوع کیا جائے۔

(مولوی فقیر محمد صدر انجمن اصلاح نوجوانان اسلام لائلپور)

احرار رہنماؤں کے خلاف یہ مقدمات؟

ملتان کے متعدد سیاسی جماعتوں کے عہدیداران اور وکلاء نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں کہا کہ احرار اسلام کے ناظم اعلیٰ مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری پر بہاولپور ڈویژن میں پہلے ہی سیاسی انتقامی کارروائی کے تحت تین مقدمات زیر سماعت تھے کہ ان پر وہاڑی کی تقریر کا ایک اور مقدمہ بنا دیا گیا ہے۔ ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ سید صاحب پر قائم کردہ تمام الزامات فوراً واپس لیے جائیں۔ نیز احرار رہنما سید عطاء المومن رشید احمد، عبدالحی عابد اور سید عطاء المحسن پر قائم کردہ بوگس مقدمات ختم کر کے جمہوری اقدار کا تحفظ کیا جائے۔ انہوں نے الزام لگایا کہ حکومت ان اوچھے ہتھکنڈوں سے مقتدر احرار رہنماؤں کو پریشان کر کے ذہنی و جسمانی اذیت پہنچانا چاہتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس بھونڈے فسطائی رویہ سے سیاسی جمہوری عمل کو روکا نہیں جا سکتا۔ حکومت کو چاہیے کہ اپنے قول و فعل میں تضاد ختم کر کے احرار رہنماؤں اور دیگر سیاسی رہنماؤں پر عائد کردہ تمام مقدمات فوراً واپس لے۔

(ادارہ سیکرٹری جنرل نشر و اشاعت، ملتان)

تلاش گمشدہ کے لیے مجرّب عمل

تلاش گمشدہ کے سلسلہ میں ایک مجرب عمل حاصل ہوا ہے۔ قارئین خدام الدین کے استفادہ کے لیے شائع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(خاموش مبلغ۔ محلہ سادات ملتان)

وظائف و لطائف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ جس کسی کی کوئی چیز کھو جائے وہ ایک سو انیس بار بلا کم و بیش یَا حَفِیْظُ کہے۔ پھر یہ آیت پڑھے۔ یٰبُنَیَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ۔ یہ آیت بھی ایک سو انیس بار پڑھے اللہ تعالیٰ اس گمشدہ چیز کو اس کے پاس پھیر لائیگا

۲۔ تفسیر فتح العزیز میں لکھا ہے:

و از خواص مجربہ ایں سورۃ (سورہ لقمان پ ۲۱) آنست کہ برائے گمشدہ ہفت بار ایں سورۃ را خوانده گرد اگر دسر انگشت شہادت بگرداند بعد از تمام ہفت بار اَصْبَحْتُ فِیْ اَمَانِ اللّٰهِ وَ اَمْسَیْتُ فِیْ جِوَارِ اللّٰهِ اَصْبَحْتُ فِیْ اَمَانِ اللّٰهِ خوانده دستک زند آں گمشدہ یافتہ شود۔

۳۔ ہر چھوٹی یا بڑی مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْهَا۔ ایک تسبیح روزانہ پڑھنے سے انشاء اللہ تعالیٰ وہ مصیبت راحت میں بدل جاتی ہے۔

بقیہ: اسلام اور لباس

تو جسم کے وہ حصے کھلا دیے گئے جس کا انکشاف جذبات میں ہیجان پیدا کر سکتا تھا۔

پس میں تو یہی یقین رکھتا ہوں کہ آدم و حوا علیہما السلام کو بے لباس کر کے جنت سماوی سے محروم کرنے والا یہ "صاف دشمن" اس زمین پر رہتے ہوئے خود کو جنت کا مستحق بنانے والے اعمال سے پھر ایک بار آدم و حوا کی اولاد کو روک رہا ہے۔ عریانی، برہنگی اس کے بعد آزادانہ اختلاط، مرد و عورت کا بے باکانہ میل جول، یہ تمام معصیت کے زینے ہیں جس کے نتیجے میں خدا فراموش اور معصیت کوش زندگی کا دوزخ کھلتا ہے جس کے بعد جنت کہاں جہنم اور اس کے ہولناک گڑھے ہر گرے ہوئے انسان کا مستقر ہو سکتے ہیں۔

خیر! غیروں کا تو کیا رونا، افسوس تو اس امت پر ہے جس کے امام دین و دنیا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر کہ: "حیا ایمان کا ایک تقاضہ ہے"

بے حیائی کے تمام ہی شعبوں میں سد کر تا چاہا تھا آج انہیں کی امت بے حیائی و عریانی، برہنگی و برہنہ جسمی کے شرمناک مظاہرے کر رہی ہے وہی پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے "اسماء" رضی اللہ عنہا کو باریک لباس میں دیکھ کر اپنے چہرۂ انور پر رومال ڈال لیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ:

"رب کاسیات عاریات"

یعنی بہت عورتیں پہننے اوڑھنے کے باوجود برہنہ اور عریاں رہتی ہیں، یعنی ایسی پوشاک پہنتی ہیں جن سے نہ پردہ مقصود ہوتا ہے اور نہ ستر مطلوب۔ اسی امت کی بیٹیاں اسی عریاں اور کھلے لباس میں مصروف خرام ہیں۔

عرض یہی کر رہا تھا کہ پیشوائے اعظم فداہ امی و ابی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کا باب لباس تک بھی پھیلا ہوا ہے۔ لباس کیسا ہونا چاہیے، کتنا ہونا چاہیے عورت کا لباس کیسا ہو اور مردوں کے لیے پوشاک کی کونسی صورت پسندیدہ ہے۔

حدیث و فقہ کے مختلف ابواب میں یہ سارے ٹکڑے بکھرے ہوئے ہیں انشاء اللہ آئندہ قسط میں انہیں چیزوں کو خاص ترتیب کے ساتھ پیش کرنے کا ارادہ ہے۔

— واللہ ھو الموفق —

☆

حق شناس — ایک علمی اور تحقیقی مسئلہ — قسط نمبر ۲

کیا مسیح علیہ السلام کو سولی پر لٹکایا گیا تھا؟

مرقس کہتا ہے کہ صوبہ دار نے مسیح کو دم دیتے ہوئے دیکھ کر مندرجہ بالا شہادت دی۔

لوقا۔ اس کی خدائی کی بڑائی بیان کرنا ذکر کر کے شہادت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

متی۔ صوبہ دار کے ساتھ اور بھی کچھ لوگوں کو شامل کرتا ہے اور بھونچال اور تمام ماجرا دیکھنے اور بہت ہی ڈرنے کا قصہ بتاتا ہے اور بعد ازاں شہادت ذکر کرتا ہے۔

علاوہ ازیں نفسِ شہادت میں اختلاف ہے۔ متی کے نزدیک صوبہ دار نے کہا "بیشک یہ خدا کا بیٹا تھا" مرقس کے نزدیک صوبہ دار نے کہا "یہ آدمی بیشک خدا کا بیٹا تھا" لوقا کے نزدیک صوبہ دار نے کہا۔ بیشک یہ آدمی راستباز تھا" متی۔ صوبہ دار کے منہ سے مسیح کی آدمیت کا ذکر نہیں کرتا بلکہ محض "خدا کا بیٹا" بتاتا ہے۔ مرقس آدمی اور خدا کا بیٹا ذکر کرتا ہے۔ اور لوقا "آدمی اور راستباز" بیان کرتا ہے یہ دلچسپ تدریجی فرق ہے۔

اس جگہ عیسائیوں کے لیے مشکل ہے۔ اگر ایک گواہ کی گواہی کو جھوٹا کہیں تو باقیوں کا اعتبار جاتا ہے۔ اور اگر سب کو سچا جانیں جیسا کہ وہ مانتے ہیں تو ماننا پڑے گا کہ "خدا کا بیٹا اور راستباز" ہم معنی اور مترادف ہیں اور انجیل نویس راستباز کے معنوں میں ہی "خدا کا بیٹا" استعمال کرتے ہیں اس طرح سے ابنیتِ مسیح کا مسئلہ بآسانی حل ہو جاتا ہے۔

گیارھواں اختلاف

کیا مسیح کے چلانے کے وقت اس کی موت کا علم لوگوں یا یہود کو ہو گیا تھا۔

پہلے دو گواہ متی اور مرقس اس سوال کا کوئی جواب پیش نہیں کرتے۔ لوقا اور یوحنا کی گواہی اس بارے میں حسب ذیل ہے۔

لوقا مسیح کی جان سونپ دینے اور صوبہ دار کی گواہی کے بعد بیان کرتا ہے۔

اور جتنے لوگ اس نظارے کو دیکھنے آئے تھے یہ ماجرا دیکھ کر چھاتی پیٹتے ہوئے لوٹ گئے اور اس کے سب جان پہچان اور وہ عورتیں جو گلیل سے اس کے ساتھ آئی تھیں دور کھڑی یہ باتیں دیکھ رہی تھیں۔ $\frac{23}{48-49}$

یوحنا کہتا ہے پس چونکہ تیاری کا دن تھا یہودیوں نے پیلاطوس سے درخواست کی کہ ان کی ٹانگیں توڑ دی جائیں اور لاشیں اتار لی جائیں تاکہ سبت کے دن صلیب پر نہ رہیں کیونکہ وہ سبت ایک خاص دن تھا۔ $\frac{19}{31}$

یوحنا کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ یہود نے جو "ٹانگوں کو توڑنے" کا مطالبہ کیا تھا وہ اس وجہ سے ہی تھا کہ ان کی نظر میں مسیح آخری وقت تک فوت نہ ہوا تھا ورنہ اس مطالبہ کی کوئی وجہ نہ تھی۔ نیز یہود کے آخری وقت کے اس سنگین اور بیباکانہ مطالبہ سے واضح ہے کہ زلزلہ، مقدس کے پھٹنے، قبروں کے کھل جانے اور مردوں کے زندہ ہو جانے کا قصہ محض اضافہ ہے ورنہ ان حالات میں یہود ایسا مطالبہ نہ کرتے بلکہ مسیح پر ایمان لے آتے یا کم از کم پیلاطس ہی ان کو کہتا کہ کم بختو اتنے ہولناک معجزات دیکھنے کے باوجود تم مسیح کی ٹانگیں تڑوانے کا مطالبہ کرتے ہو کچھ خدا سے ڈرو۔

غرض یوحنا کے بیان کردہ مطالبہ یہود سے واضح ہے کہ یسوع آخری وقت تک مرا نہ تھا۔ لیکن لوقا کہتا ہے کہ سب لوگ مسیح کے اس ماجرا کو دیکھ کر چھاتی پیٹتے ہوئے واپس چلے گئے اور یہ سب لوگ مع عورتوں کے "اور کھڑے ہوئے" یہ باتیں دیکھ رہے تھے ہم اس جگہ اہم ترین سوال کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ اگر یہ صحیح ہے کہ "دوپہر سے تیسرے پہر تک" ساری دنیا میں اندھیرا چھایا ہوا تھا اور سورج بے نور ہو چکا تھا پھر زلزلہ بھی آیا، چٹانیں بھی پھٹ گئیں، اگر یہ صحیح ہے تو بتایا جائے ان "دور کھڑے" لوگوں نے سب باتیں کس طرح دیکھیں یا تو ان کے دیکھنے کو جھوٹ مانا جائے یا پھر ساری دنیا پر اندھیرے کے قصہ کو جھوٹ قرار دیا جائے اور اگر از روئے تحقیق دیکھا جائے تو دونوں باتیں ہی غلط ہیں چنانچہ دیکھنے کے مسئلہ میں متی اور مرقس کی خاموشی اور اندھیرا چھا جانے کے متعلق یوحنا کا سکوت ہمارے دعویٰ کی گونہ تائید کرتا ہے۔

بارھواں اختلاف

کیا مسیح کی ٹانگیں توڑی گئیں

پہلے تینوں گواہ متی، مرقس، لوقا اس سوال کا جواب نہیں دیتے خاموش ہیں لیکن یوحنا۔ یہود کے مطالبہ کے بعد کہتا ہے پس سپاہیوں نے آکر پہلے اور دوسرے شخص کی ٹانگیں توڑ دیں جو اس کے ساتھ مصلوب ہوئے تھے۔ لیکن جب انہوں نے یسوع کے پاس آکر دیکھا کہ وہ مر چکا ہے تو اس کی ٹانگیں نہ توڑیں" $\frac{19}{32-33}$

گویا یہود نے جب دیکھا کہ وہ تیاری سبت کی وجہ سے زیادہ ٹھہر نہیں سکتے اور مسیح ابھی تک مرا نہیں تو انہوں نے اس دن کے آخری وقت میں پیلاطوس سے مسیح کی ٹانگیں توڑنے کا مطالبہ کیا اور اس نے منظور کر لیا۔ جس پر یہود گھروں کو چلے گئے۔ اب مسیح کی ٹانگیں توڑنے کا مسئلہ محض پیلاطوس کی رائے پر تھا اور جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں پیلاطوس دل سے مسیح کو بچانا چاہتا تھا۔

لہٰذا قرینِ قیاس یہی ہے کہ اس نے سپاہیوں کو بھیجتے وقت ان کے افسر کو اس نیت سے مطلع کر دیا تھا کہ مسیح کی ٹانگیں نہ توڑی جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دونوں چوروں کی ٹانگیں توڑ دی گئیں مگر مسیح کی نہیں۔ یوحنا مسیح کی ٹانگوں کے نہ توڑے جانے کی وجہ یہ بیان کرتا ہے جب انہوں نے یسوع کے پاس آکر دیکھا کہ وہ مر چکا ہے تو اس کی ٹانگیں نہ توڑیں۔ یہ وجہ صرف یوحنا کا اپنا بیان ہے اور یوحنا حادثۂ صلیب کے وقت حاضر نہ تھا اس لیے اس کی گواہی ایک شنیدہ روایت سے زیادہ کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ خصوصاً جبکہ تینوں گواہ اس سے لاعلمی ظاہر کرتے ہیں اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ یہ الفاظ کسی سپاہی نے کہہ دیئے تو بسا اوقات بیہوش انسان کو مردہ سمجھ لیا جاتا ہے اس کی غلطی ہو گی۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ اگر یہ فقرہ کسی نے کہا ہے تو وہ ان سپاہیوں کا افسر ہو گا۔ جسے پیلاطوس نے اپنا رازدار بنایا تھا۔ اس نے دوسرے عام سپاہیوں کی نظر کو دوسری طرف متوجہ کرنے کے لیے ایسا کہہ دیا تاکہ کسی غیر مخلص کو شبہ نہ ہو اور راز کا افشا نہ ہو جائے۔

انجیلی روایت پر بھی غور کرنے سے صاف پتہ لگ جاتا ہے کہ مسیح کو بچانے کے لیے پیلاطوس نے کامیاب منصوبہ کر رکھا تھا اور ایسے موقع پر اسے اور اس کے کارپردازوں کو بعض امور میں ظاہر داری سے کام لینا پڑا ہے۔ بہرحال یوحنا کی گواہی کے مطابق یسوع کی پنڈلیاں توڑی نہیں گئیں اور باقی تین گواہ اس قصہ کا کوئی ذکر نہیں کرتے۔

تیرھواں اختلاف

یسوع کا جسم کس نے لیا۔ اور کس نے قبر میں رکھا

۱۔ متی کہتا ہے یوسف نے لاش لے کر صاف مہین چادر میں لپیٹا اور اپنی نئی قبر میں رکھ دیا۔

۲۔ مرقس کہتا ہے۔ جب صوبہ دار سے حال معلوم کر لیا تو لاش یوسف کو دلا دی اس نے ایک مہین چادر مول لی اور لاش کو اتار کر اس چادر میں کفنایا اور ایک

قبر کے اندر جو چٹان میں کھودی گئی تھی اسے رکھا۔

۳۔ لوقا کہتا ہے اور (یوسف نے) اس کو اتار کر مہین چادر میں لپیٹا پھر ایک قبر کے اندر رکھ دیا۔

۴۔ یوحنا کہتا ہے پس وہ (یوسف) آکر اس کی لاش لے گیا اور نیکودیمس بھی آیا۔ جو پہلے یسوع کے پاس رات کو گیا تھا اور پچاس سیر کے قریب مر اور عود ملا ہوا لایا پس انہوں نے یسوع کی لاش لے کر اسے سوتی کپڑے میں خوشبودار چیزوں کے ساتھ کفنایا۔ انہوں نے یہودیوں کی تیاری کے دن کے باعث یسوع کو وہیں رکھ دیا۔

پہلے تینوں گواہ کہتے ہیں کہ اکیلے یوسف آرمتیا نے لاش لی، کفن پہنایا اور قبر میں رکھ دیا اور آخری گواہ یوحنا لاش لینے کفنانے اور قبر میں رکھنے میں نیکودیمس کو بھی شریک بناتا ہے۔ (باقی)

بقیہ: دعاء صبح و شام

تکلیف میں دیکھ کر یہ دعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا ۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت سے عافیت میں رکھتے ہیں جب تک بھی وہ شخص زندہ رہے اس حدیث کے راوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں۔

ضروری تنبیہہ واضح رہے کہ یہ تمام دعائیں ترمذی شریف جلد دوم کتاب الدعوات سے نقل کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ: مشرق وسطیٰ میں بحران

اور لبنانی حکومت میں مفاہمت کا اہتمام کیا جائے۔

ہمارے لیے یہ امر ناقابل فہم ہے کہ ۱۹۶۹ء کا وہ معاہدہ قاہرہ" اب کیوں ناکارہ اور فرسودہ ہو گیا ہے جو گذشتہ چار سال سے فلسطینی فدائین اور لبنان کے مابین امن و آشتی کی بنیاد بنا ہوا تھا اس معاہدے کی تفاصیل کا اگرچہ کبھی انکشاف نہیں کیا گیا لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ اس معاہدے کی رو سے فدائین کی سرگرمیوں کا دائرہ متعین کر دیا گیا تھا اور انہیں نقل و حرکت کی سہولتوں سے بہرہ ور کیا گیا تھا۔ دوسری جانب لبنان کی حاکمیت اور علاقائی سالمیت کے احترام کی ضمانت دی گئی تھی، حکمت

مولانا اشرف ہمدانی کو صدمہ

حلقہ احباب میں یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ جامع مسجد دھوبی گھاٹ لائلپور کے خطیب اور ملک کے نامور مقرر مولانا محمد اشرف ہمدانی کی لڑکی بعمر ۱۲ سال چند روز بیمار رہ کر داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اس کے والدین اور پسماندگان کی شفاعت کا ذریعہ بنائے — آمین (ادارہ)

ہے کہ یہ اصول اب فریقین کے لیے قابل اعتنا نہ رہے ہوں اور وہ کوئی نئے اصول وضع کرنا چاہتے ہوں۔ لیکن اس کے لیے جدال و قتال اور جنگ و تباہی کا راستہ تو اختیار نہیں کرنا چاہیے تھا اس ضمن میں فریقین اردن کی تقلید کر سکتے تھے اور آپس میں مذاکرات کے ذریعے کوئی نیا معاہدہ طے کر سکتے تھے بلکہ اس ضمن میں جس بات چیت کا اہتمام کیا گیا تھا اسے کامیابی سے ہمکنار کرنے کی سعی کرنی چاہیے تھی۔

اصل میں عربوں کے یہ باہمی اختلافات، رنجشیں، کدورتیں اور جذبہ مفاہمت کا فقدان ہی ہے جس نے پورے عالم عرب کو ذلت و رسوائی سے دوچار کر رکھا ہے اور اور پچیس تیس لاکھ اسرائیلی مشرق وسطیٰ میں دس گیارہ کروڑ مسلمانوں کو تگنی کا ناچ نچا رہے ہیں۔ عربوں اور مسلمانوں کا یہی باہمی نفاق و خلفشار عظیم سلطنت کی تباہی کا موجب بنا تھا اور اتفاق و مفاہمت کا یہی فقدان اب ان کی ذلت و رسوائی کا موجب بن رہا ہے۔ دنیا کا تین چوتھائی تیل مشرق وسطیٰ میں پیدا ہوتا ہے اور بعض غیر ملکی مبصرین کے بقول "اقتدار عالم" کے سرچشمے عربوں کے ہاتھ میں ہیں۔ ان کے پاس دولت کی فراوانی ہے لیکن سب کچھ ہونے کے باوجود وہ محض باہمی ریشہ دوانیوں، نفاق و انتشار کے باعث کمزور و بے اثر ہیں۔ اور پسماندگی و درماندگی سے دوچار رہنے پر مجبور ہیں۔ کوئی روس کی ایجنٹی کو ترجیح دیتا ہے۔ کوئی امریکہ سے پینگیں بڑھا رہا ہے۔ کوئی حال مست ہے اور کوئی مال مست ہے یہ کوئی نہیں سوچتا کہ وہ مسلمان بھی ہیں۔ وہ ارفع ترین کتاب اور اکمل ترین دین کے وارث ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر دنیا کی ایک تہائی آبادی — عالم اسلام — کو ایک تیسرے طاقت ور بلاک کی صورت میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

(نوائے وقت لاہور — ۱۲ مئی ۱۹۷۳ء)

بقیہ: خطبۂ جمعہ

گذرنے سے پہلے ہی خبردار کر دیا کہ ... صرف خدائے جبار و قہار سے ڈرو اور اس وقت کو نہ بھولو جب قیامت کے روز اس کی عدالت میں پیش کیے جاؤ گے اور اس وقت اور تو اور باپ بیٹے کے کام نہ آ سکے گا۔ اور بیٹا باپ کی امداد نہ کر سکے گا۔ دنیا کی چند روزہ زندگی تمہیں آخرت کی زندگی سے غافل نہ کر دے اور فتنہ پرداز ذات الٰہی کے متعلق کسی دھوکہ میں نہ ڈالے رئیس شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وہ دن یقیناً آ کر رہے گا یہ اللہ کا وعدہ ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ لہٰذا دنیا کی چند روزہ بہار اور چہل پہل سے دھوکہ نہ کھاؤ کہ ہمیشہ اسی طرح رہے گی اور یہاں آرام سے ہو تو وہاں بھی آرام کرو گے اس دغاباز شیطان کے اغوا سے ہوشیار رہو جو اللہ کا نام لے کر

دھوکا دیتا ہے کہتا ہے میاں اللہ غفور رحیم ہے خوب گناہ سمیٹو، مزے اڑاؤ بوڑھے ہو کر کبھی توبہ کر لینا سب بخش دے گا۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت و بخشش کی امید پر گناہوں کے ارتکاب میں بے باک ہو جانا شیطان کا دھوکہ اور فریب ہے۔ گناہ کا ہو جانا اور گناہ جان بوجھ کر کرنا اس میں فرق ہے گناہ ہو جائے تو انسان توبہ اور معافی کا راستہ اختیار کرتا ہے اور اگر دانستہ جان بوجھ کر گناہ کرے تو گناہ سے نفرت ختم ہو جاتی ہے اور وہ اس گناہ کا بار بار ارتکاب کرتا رہتا ہے اور اس طرح وہ راہ حق سے دور اور راہ کفر کے قریب سے قریب تر ہوتا رہتا ہے۔ ایمان امید و خوف دونوں کے درمیان ہے رحمت حق سے مایوسی بھی صحیح نہیں اور بخشش کی امید پر گناہوں پر ڈھٹائی غلط ہے اللہ تعالیٰ ہمیں پکے اور سچے مسلمان بنائے نیک اعمال کی رغبت اور برے اعمال سے نفرت کرنے کی اور ان سے احتساب برتنے کی توفیق بخشے (آمین)

بقیہ: یادوں کے چراغ

راقم الحروف کا تعارف ۱۹۴۸ء میں ہوا اور ان سے دوستانہ روابط مرتے دم تک قائم رہے۔ فانی مرادآبادی مرحوم بھی مفتی محمد یونس کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ وہ بھی انتہائی خوش خلق اور مرنجاں مرنج شخصیت تھے۔ شاید ہی زندگی میں انہوں نے کسی کی دشمنی مول لی ہو۔ مرحوم اگرچہ بظاہر شرعی شکل و صورت نہ رکھتے تھے لیکن ان کے سینے میں قرآن اور اسلام کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی وہ ایک انتہائی سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے سختی سے پابند تھے اور نہایت بلند اور پاکیزہ ادبی ذوق رکھتے تھے۔

مرحوم نے ہند و شعرا کا نعتیہ کلام" کے نام سے ایک کتاب مرتب کر کے شائع کی اس کتاب کی تالیف و ترتیب پر انہوں نے انتہائی محنت کی، اور برصغیر پاک و ہند میں یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب تھی۔ اس کتاب کی اشاعت سے مرحوم کی محبت رسول ﷺ ظاہر ہوتی ہے اور یہ کتاب بلاشبہ ان کا توشۂ آخرت ثابت ہو گی۔

مجھے لائلپور چھوڑے ہوئے بارہ برس گذر گئے۔ لیکن جن لائلپوری دوستوں نے مجھے میرے لاہور چلے آنے اور صحافت سے دستبردار ہو جانے کے بعد بھی فراموش نہیں کیا، فانی مرحوم کا نام ان میں سرفہرست ہے۔

مجھے فانی صاحب مرحوم کی موت کی اطلاع مفتی محمد یونس صاحب کے صاحبزادے عابد صاحب نے ایک خط کے ذریعے دی اور میں یہ المناک خبر پا کر حیران و ششدر رہ گیا۔ ابھی چند روز پہلے مجھے فانی صاحب کا خط ملا تھا۔ اور ابھی ان کے والد مرحوم کی وفات کو دو ہی مہینے ہوئے تھے کہ وہ بھی دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ (آمین)

(الیس الیس باقی ہوں؟) (اللہ بس، باقی ہوس)

یادوں کے چراغ

مفتی محمد یونسؒ ۔ مولوی محمد یوسف مرادآبادیؒ ۔ فانی مرادآبادیؒ

از: حکیم آزاد شیرازی — مدینۃ کرہ ۔ لاہور

ابھی دو ہی مہینے ہوئے تھے کہ خطیب جامع مسجد لائل پور اور مفتی شہر حضرت مولانا الحاج مفتی محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ کے برادرِ گرامی حضرت مولانا محمد یوسف مرادآبادی داعیِ اجل کو لبیک کہتے ہوئے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اور اب مرحوم کے صاحبزادے حافظ محمد ایوب فانی مرادآبادی بھی ۸ مئی کو حرکتِ قلب بند ہو جانے سے انتقال کر گئے۔ اور جنت الفردوس میں اپنے والدِ مرحوم کے پاس پہنچ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آج سے پچیس برس پیشتر جب میرا آب و دانہ مجھے لائل پور لے گیا۔ لائل پور کے جس علاقے سے میں پہلی بار متعارف ہوا وہ محلہ عبداللہ پور تھا۔ جہاں مفتی شہر خطیب جامع مسجد کچہری بازار مولانا مفتی محمد یونس صاحب قیام پذیر تھے۔ چنانچہ مفتی محمد یونس صاحب اور ان کے بچوں کے ساتھ میرے تعلقات کا آغاز اسی محلے میں ہوا۔

مفتی محمد یونس صاحب کو میاں محمد شیخ اللہ صاحب رئیس اعظم لائل پور جامع مسجد لائلپور کی خطابت کے لیے پچاس برس پیشتر مرادآباد سے لائلپور لائے تھے۔ مفتی محمد یونس صاحب نہ صرف یہ کہ ایک متقدر عالم دین، ایک شیریں بیاں مقرر، ایک فاضل مدرس ایک زاہد شب زندہ دار، ایک روحانی پیشوا، بلکہ مرنجاں مرنج شخصیت ایک وضع دار بزرگ بھی تھے وہ جب تک جامع مسجد لائلپور میں خطیب رہے ان کے جمعہ کے خطبے میں کسی دوسرے مکتبِ فکر کے خلاف ایک لفظ تک نہیں کہا گیا وہ ہمیشہ اثبات کا درس دیتے تھے اور ان کی زبان سے کبھی منفی رجحانات کا اظہار نہیں ہوا۔

مجھے خوب یاد ہے کہ جب شیخ بشیر احمد صاحب نے بریلوی مکتبِ فکر کے مقامی سربراہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے ایک جلسہ عام میں اس امر کا اظہار کیا کہ میں آج تک دیوبندی مسلک پر چل کر گمراہی میں مبتلا تھا اور اب مجھے صراطِ مستقیم کا علم ہوا ہے — جب بھی مفتی محمد یونس صاحب نے بریلوی مکتبِ فکر کے خلاف کسی دھواں دار تقریر یا ردّ عمل ظاہر نہ کیا — اور جب جھنگ بازار لائلپور سے "دیوبندیت" کا ردّ بڑے شدّ و مدّ سے ہونے لگا جب بھی مفتی صاحب نے اپنے اثباتی خطبات میں ترمیم کی ضرورت محسوس نہ کی جس سے ہر دوست دشمن پر یہ بات واضح ہو گئی کہ دشنام طرازی کا جواب دشنام طرازی سے دینا اہلِ حق، اہلِ علم اور اہلِ بصیرت کا شیوہ نہیں۔

راقم الحروف ان دنوں بھی روزنامہ سعادت لائلپور ہی کا مدیر تھا جن دنوں مفتی محمد یونس صاحب کا انتقال ہوا سعادت کے مالک جناب ناسخ سیفی نہ صرف یہ کہ بریلوی مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے تھے بلکہ مولانا سردار احمد صاحب سے ان کا خصوصی تعلق تھا۔ لیکن اخبار کی ادارتی ذمہ داریوں میں انھوں نے عدم مداخلت کی پالیسی اختیار کر رکھی تھی اور مفتی محمد یونس صاحب کا بھی بے حد احترام کرتے تھے جس کا سبب مفتی صاحب کا مصالحانہ رویہ اور اثباتی طریقِ تبلیغ تھا میں نے نیوز ایڈیٹر کی حیثیت میں نہ صرف یہ کہ مفتی صاحب کے انتقال کی خبر کو صفحہ اوّل پر پیشہ سرخی سے شائع کیا بلکہ مرحوم کے حالاتِ زندگی بھی اس خبر کے ذیل میں شائع کر دیے اس خبر کی اس اہم انداز میں اشاعت پر مولانا سردار احمد صاحب اور ان کے ساتھی بہت برہم ہوئے اور وہ سب حضرات جناب ناسخ سیفی صاحب سے ایک مدت تک ناراض رہے اور مطالبہ کرتے رہے کہ شیرازی صاحب کو سعادت کی ادارت سے الگ کر دیا جائے لیکن ان کا یہ مطالبہ بوجوہ پورا نہ ہو سکا۔

جناب حافظ محمد ایوب فانی مرادآبادی مفتی محمد یونس صاحب کے برادر زادہ بھی تھے اور داماد بھی — مفتی صاحب کے بھائی مولانا محمد یوسف مرادآبادی مرحوم بھی ۱۹۲۵ء سے زراعتی گاؤں چک نمبر ۲۲۳ آبادی منشی فتح دین میں مقیم تھے جہاں مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ رزقِ حلال کے حصول کی خاطر انھوں نے ایک دکان بھی کھول رکھی تھی۔ مرحوم کی دیانت داری، راست گوئی اور انصاف پسندی کا ایک زمانہ معترف تھا۔ مرحوم انتہائی نیک، پابند صوم و صلوٰۃ، خلیق، ملنسار اور فاضل شخصیت تھے۔ ان کی پوری زندگی دین کی خدمت میں گزری اور اگرچہ وہ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ ۲۲ء سے ۳۲ء تک دہلی کے مشہور مشاعروں میں حصہ لیتے رہے لیکن لائلپور آ کر بالکل گمنامی کے عالم میں رہے۔ البتہ لائل پور کے ایک ہفت روزہ جریدہ "صداقت" میں مرحوم کی غزلیں اور نعتیہ کلام پابندی سے شائع ہوتا رہا۔ یہ جریدہ لائل پور کے مشہور سیاسی رہنما مہر محمد صادق ایڈووکیٹ مرحوم کے زیرِ ادارت ۲۵ء سے ۳۲ء تک جاری رہا۔

حافظ محمد ایوب فانی مرادآبادی سے (باقی صفحہ ۱۸ پر)

حافظ محمد ایوب فانی مرادآبادی مرحوم

نیک دل، پاکیزہ رو، خوش خصال و خوش صفات
دوستوں کا دوست تھا اور دشمنوں کا بھی تھا دوست
والدِ مرحوم کی رحلت کے صدمے کے سبب
وہ تھا میرا ایک مخلص دوست لائلپور میں
مجھ کو اس کی موت کا اب تک یقیں آتا نہیں
جا بسا وہ شہرِ خاموشاں میں آخر دوستو!
زندگی کے پیچ و خم میں ہوں ابھی الجھا ہوا
اس نے مر جانے کا غم اور اپنے نہ مرنے کا دکھ

حافظِ ایوبؔ فانی، شاعرِ قند و نبات
کر گئی غمگین سب کو دوستو! اس کی وفات
اس نے بھی رختِ سفر باندھا سوئے ملکِ ثبات
اس کے دل میں بس رہی تھی دوستی کی کائنات
اس نے مر کر پا لیا ہے دوستو! رازِ حیات
اس کو دنیا کے غموں سے مل گئی آخر نجات
چھپ گئی ہے آرزوئے مرگ میں میری حیات
کاش مل جائے مجھے بھی موت کا آبِ حیات

جعفری صاحب سے یہ آزادؔ شیرازی کہو
"حافظ ایوبؔ فانی مرد" تاریخِ وفات
۱۳۹۳ ہجری

۱۱ مئی ۱۹۷۳ء — آزاد شیرازی ۔ مدینۃ کرہ لاہور

ٹیلیفون نمبر ۶۷۵۴۵

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری G/۲۱ ۱۶۳۲ مورخہ ۲ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری T.B.C ۲۲۷-۲۲۸۱ مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چھٹی نمبری D.D.4 - ۲۰۶۷۶/۹/۳۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G.M/۴۰ - ۱۵۲۱۰ مورخہ ۲ مارچ ۱۹۶۷ء

مناظرِ اسلام مولانا لال حسین اختر کی ہسپتال سے منتقلی

مجلسِ تحفظ ختم نبوت پاکستان کے صدر مناظرِ اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر مدظلہٗ ہسپتال سے جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور میں منتقل ہو گئے ہیں۔ معالجین یہیں آپ کا علاج کر رہے ہیں احباب سے مولانا کی صحت یابی کے لیے دعا کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

ماسٹر اے آر اقبال کو صدمہ

حلقۂ احباب میں یہ خبر نہایت صدمہ کے ساتھ سنی جائے گی۔ کہ لائلپور کے مشہور قومی کارکن اے آر اقبال ہیڈ ماسٹر گل جامع مسجد لائلپور کے جواں سال فرزند جناب محمد اسلم صاحب ۲۵ مئی بروز جمعۃ المبارک حادثے کے باعث داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر و تحمل کی توفیق بخشے۔ (ادارہ)

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا